[illegible]

معارف القرآن

از

درس قرآن

جو

حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے
ماہ رمضان ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں دس پاروں کا فرمایا تھا۔

مرتبہ قاضی اکمل صاحب

باہتمام محمد فخر الدین ملتانی مہتمم احمدیہ بک ڈپو قادیان
نے شائع کیا

قیمت ۱۰/

(اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ریلوے روڈ میں حافظ مظفر الدین منیجر کے اہتمام سے چھپا)

عرض حال

عرصہ دو سال سے میں اس درس کے شائع کرنیکا وعدہ مشتہر کرچکا ہوں - مگر چونکہ اس کی ترتیب اور تدوین دوسرے شخص کے ہاتھ میں تھی - جو افسوس ہے کہ بعض معذوریوں اور مجبوریوں کی وجہ سے سر انجام نہ کر سکے - اور اب جبکہ اس قدر عرصہ دراز گذر چکا ہے - کہ بظاہر حالات میں ان سے ترتیب بطرز احسن ہونی قریباً ناممکن ہو چکی ہے - اس لئے قاضی اکمل صاحب نے جو بفضل خدا درس کے نوٹ ترتیب دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں - اس مقدس درس کے نوٹ تیار کئے تھے - ان کو صورت ہذا میں چھپوا کر ہدیہ احباب کرتا ہوا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت میں برکت دے - اور جلد ہمیں وہ دن نصیب کرے کہ بقیہ حصہ قرآن کا درس ماہ رمضان میں پیارے محمود کے دہن مبارک سے سنیں - اور میں اس کو شائع کرنے کی توفیق پاؤں + وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

خاکسار فخر ملتانی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پارہ الٓمٓ

سورۃ فاتحہ

(۲۲ جون ۱۹۱۷ء ۳ بجے بعد از ظہر)

حکیم اور دوسرے کے کلام میں فرق ہوتا ہے - حکیم کے کلام کا کوئی لفظ بلکہ حرکت بھی بلا مفہوم و مقصد نہیں ہوتی - انسان تو اس بارے میں پوری احتیاط نہیں کرسکتا - مگر خدا تعالےٰ کے کلام میں یہ باتیں ضرور پائی جاتی ہیں - قرآن کریم کا اسلوب گواہ ہے - اس بات کا کہ یہ حکیم و علیم خدا کا کلام ہے -

(ب) قرآن کریم میں بعض واقعات بظاہر تکرار آتے ہیں - مگر ہمنے جب غور کیا - تو معلوم ہوا - کہ تکرار نہیں بلکہ ہر دفعہ نئے معنے ہوتے ہیں -

(ج) آدھ آدھ گھنٹے کے بعد کھانا کھانے والے کو کہہ سکتے ہیں - کہ تم بار بار کھاتے ہو - مگر ہر روز صبح و شام کھانے والے کو بار بار کھانے والا نہیں کہہ سکتے - کیوں ؟ کہ آخری صورت ضرورت اور محل پر ہے - پس تکرار وہی معیوب ہے - جو لغو اور بلا ضرورت اور بے موقعہ ہو - قرآن میں ایسا کوئی مقام نہیں - بلکہ ہر جگہ نئے فوائد اور نئے اغراض مقصود ہیں - محض قصہ بیان کرنا بھی مطلوب

لال سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ کرم چند بہل پرنٹر چھپا

نہیں۔ بلکہ ہر دوسری جگہ نیا نتیجہ نکالا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ہر سورت سے پہلے ہے۔ ہر بسم اللہ کی نئی غرض ہے۔ بسم اللہ کلید ہے۔ اس گنج معانی کی جو اس سورت میں ہو۔

(ب) فطرت انسانی دو طرح پر ہے۔ (۱) اختصار پسند (۲) مفصل پسند۔ قرآن کریم میں دونوں طبیعتوں کے لئے سامان ہے۔

(ج) بسم اللہ میں وہ صفات الہیہ بیان کی گئی ہیں۔ جو سب صفات کی جامع ہیں۔

(د) کسی بات کو سمجھنے کا طریق یہ ہے۔ کہ مختصر کو مفصل اور مفصل کو مختصر کرو اور پھر باہم تطبیق دی جائے گی۔ علم طبقات الارض کا ماہر ایک طرف تمام پہاڑوں کی حقیقت بیان کریگا۔ دوسری طرف بطور مثال ایک پہاڑی یا اس کے حصہ کو لے گا۔

غرض ہر چیز کا حسن و قبح جاننے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسکو بڑا کر کے بھی دیکھا جائے۔ اور چھوٹا کر کے بھی۔ بڑی تصویر سے تفصیل معلوم ہوگی۔ چھوٹی سے ایک نظر میں وہ یکدم ذہن میں آجائیگی۔ پھر ملانے سے صحیح علم حاصل ہوگا۔

قرآن مجید نے بھی یہ طریق اختیار کیا ہے۔ کہ شریعت میں چونکہ جو کچھ ہے۔ وہ صفات الہیہ کی تشریح اور اس کے ماتحت ہے۔ اسلئے ہر سورت کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم رکھ کر بتادیا۔ کہ جو کچھ بھی شریعت میں ہے۔ وہ رحمانیت اور رحیمیت کے ماتحت ہے۔ پس سورۃ کے مطالب میں کوئی ایسی شئے نہیں چاہیئے۔ جو ان صفات کے خلاف ہو۔ مثلاً خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ سے کوئی یہ نتیجہ نکالے۔ کہ خدا بلاوجہ مہر لگا دیتا ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ اسکی صفت رحمانیت و رحیمیت کے خلاف ہے۔ پس بسم اللہ نے کم از کم یہ تو بتادیا۔ کہ یہ معنے اس آیت کے غلط ہیں۔ صحیح کے لئے آگے دیکھنا چاہیئے۔

سورہ فاتحہ میں جو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہے۔ اس کے ساتھ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ علیحدہ بیان فرماکر بتادیا۔ کہ یہ نسبت پہلے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے محدود معنوں میں ہے۔

(ب) اسلام تمام جہان کے لئے تھا۔ اسلئے اس کی سورت کا افتتاح ربوبیت عالمین کی صفت کے ساتھ ہوا۔ پہلے مذاہب خاص قوم خاص زمانہ کے لئے تھے۔ اس میں رب العلمین کی صفت کا جلوہ کاملہ نہ ہوتا تھا۔ مگر اسلام تمام خوبیوں کا جامع ہوگا۔ جس کو دیکھ کر انسان بے اختیار الحمد للہ بول اٹھتا ہے۔

(ج) احمد اللہ کی بجائے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے میں یہ بتایا۔ کہ ایک انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ کہ وہ اللہ رب العالمین کی حمد کا احاطہ کر سکے (اور جو کہتا ہے الحمد للہ وہ دراصل احمد اللہ بھی کہتا ہے)۔

(۲) پھر جو کہیگا۔ میں حمد کرتا ہوں۔ وہ اتنی ہی حمد کرے گا جتنی وہ جانتا ہے۔ مگر جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے گا۔ وہ اپنے علم کے علاوہ حمد کا بھی قائل ہے۔

(۳) پھر الحمد کے ساتھ زمانہ کی قید نہیں احمد کہنے سے زمانہ کی قید ہو کر حمد محدود ہوجاتی ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ عالمین کو پیدا کر کے ان کو ترقی دیتا اور بڑھاتے ہوئے کمال تک پہونچاتا ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بڑھنے کے سامان بے مانگے مہیا کر کے دیتا۔ اور ان سامانوں سے کام لینے پر انعام مرتب کرتا ہے۔

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ محنت پر بہتر سے بہتر پھل دیتا ہے۔ اور پھر محنت کے بعد کام ختم کر چکنے پر خاص انعام بھی دیتا ہے۔ جو بحیثیت مالکیت ہوگا۔ کام کے تناسب کا لحاظ نہیں۔

ان اہم الصفات کو دیکھ کر انسان پکار اٹھتا ہے۔ کہ تو ہی سچا معبود ہے۔ تیرے آگے ہی میں انتہائی درجہ کا تذلل کرتا ہوں۔ کیونکہ ان صفات کاملہ کی جامع ہستی ایک ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایاک فرمایا۔

(ب) ہر چیز کا علم دو ذرائع سے ہوتا

ہے۔ (۱) بذریعہ حواس خمسہ ظاہری (۲) بذریعہ اپنی خاصیت وجواہر وصفات کے اثر کے۔ پس بجائے ایاہ کے ایاکَ فرماکر بتایا۔ کہ ان چاروں صفات کاملہ کی جلوہ گری سے خدا نظر آجاتا ہے۔ (ب) اس میں شرک کا بھی رد ہوگیا۔

جب بندہ نے اپنے مولیٰ کی صفات پر ایسا غور کیا۔ کہ وہ سامنے آگیا۔ تو بندہ جو بیچارگی کا پتلا ہے۔ اس کیلئے موقعہ ہے کہ کچھ مانگ لے۔ پس وہ عرض کرتا ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پھر اِھْدِنَا الآیۃ۔

(ب) ہدایت کے تین معنے ہیں۔ رستہ دکھانا۔ اس پر چلانا۔ منزل پر پہنچانا لفظ ایسا جامع ہے۔ کہ ہر طبقہ انسانی کے مناسب حال ہے۔ ان کے لئے بھی جو اسلام میں داخل نہیں ہوتے۔ بوجہ عدم علم کے پھر ان کے لئے جو اسلام کی حقانیت کا علم رکھتے۔ مگر اس تک پہنچنے میں روکیں رکھتے ہیں۔ پھر ان کے لئے جو اسلام میں داخل اور اس میں ترقی واستقامت چاہتے ہیں۔ پھر اس طبقہ کے لئے جو واصل باللہ ہونا چاہتا ہے۔ اللہ غیر محدود ہے۔ پس سیدنا محمد رسول ؐ کے واسطے بھی یہی دعا موزوں ہے۔

(ب) صراط بھی ایسا جو مستقیم ہو۔ تا جلد سے جلد پہنچائے۔

(ج) اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ رستہ پامال وآباد ہو۔ جس پر ہزاروں منعم گئے۔ کیونکہ آباد وپامال رستے میں کوئی خوف نہیں ہوتا۔ کوئی روک نہیں ہوتی منزل مقصود پر پہنچکر جدائی نہ ہو۔ نہ بوجہ تیری رضامندی کے (مغضوب علیہم) اور نہ اس طرح کہ میں ہی تیری محبت چھوڑدوں۔ اور تعلق قطع کرلوں۔ بوجہ کسی دوسرے کی محبت کے غلبہ کے (ضالین)

(ب) اس کی تشریح پ۵ ع۷ میں فرمائی وہاں صراط مستقیم کا لفظ بھی ہے۔ اور انعم اللہ علیہم کی تفصیل بھی۔ پہلے دعا سکھائی۔ پھر اس کی قبولیت کی خوشخبری سنائی۔

(ج) مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ

میں مع بمعنے من ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ ایسی حقیر نہیں۔ کہ پہلی امتوں کے نبیوں صدیقوں۔ شہیدوں کے ساتھ اس امت کے نبی۔ صدیق۔ شہید طفیلی کردئے جائیں۔ اور بذاتہم کچھ نہ ہوں۔

(د) مَعَ میں یہ بھی بتایا۔ کہ پہلی امتوں کے برگزیدوں کے ساتھ امت محمدیہ کے برگزیدوں کے تعلقات حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا کی ماتحت معیت یعنی کمال یگانگت کے ہونگے۔ گو موجودہ امم انبیاء سابقہ امت محمدیہ کے ساتھ مخالفت رکھتی ہیں۔

(ل) اس آیت پ۵ ع۷ میں من یطع بجائے ماضی کے اس لئے فرمایا۔ تا یہ ظاہر ہو۔ کہ نبی امت محمدیہ میں سے ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ آخری زمانہ میں ہوگا۔

(و) بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ الحدید ع۲۷ میں فرماکر بتادیا کہ اس امت محمدیہ میں صرف صدیق و شہید ہوں گے۔ اسی لئے یہاں النبیین کو حذف کردیا۔ مگر وہ نادان ہیں اس میں تو در سلسلہ ہے۔ اس لئے پہلے نبیوں کے متبعین صرف صدیق وشہید ہوسکتے ہیں۔ مگر یہاں الرسول فرماکر بتادیا۔ کہ آنحضرتؐ کی اطاعت سے نبی بھی ہوسکتا ہے۔

سورہ بقرہ

الٓمٓ قرآن مجید میں تین قسم کے مضامین ہیں۔ ایک عوام کے لئے۔ (۲) ایک وہ جس کے لئے غور کرنا پڑے۔ (۳) ایک وہ جو صرف خواص کے لئے ہو۔

دوسرے مقام پر (آل عمران میں) اس کی تفصیل بھی ہے۔ (۱) محکمات (۲) متشابہات تیسرے یہ مقطعات۔ محکمات تو اپنی جگہ قائم ہیں۔ ان میں کچھ شبہ نہیں۔ مگر متشابہات کو راسخ فی العلم ہی سمجھے گا۔ پھر ان سے بڑا ایک طبقہ ہے جو خدا سے الہام پاکر علم پاتا ہے مقطعات کا علم خدا کے فضل اور الہام سے ہوتا ہے!

مقطعات کا یہ فائدہ ہے۔ کہ روحانیت

میں بڑھنے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ستر کو پانے کی غرض انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ دوم یہ کہ ہر طبقہ انسانی کیلئے غذا ضروری تھی۔ پھر مقطعات کے ساتھ کچھ ایسے قرائن رکھ دئے ہیں۔ جن سے تمام راسخ فی العلم بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً الٓمّٓ کے ساتھ الکتٰب کا لفظ آتا ہے جو علم کے متعلق ہے۔ معلوم ہوا کہ انا اللّٰہ اعلم مراد ہے۔ مگر الٓمّٓ کے یہی معنے نہیں بلکہ اس میں کئی ستر ہیں۔ جو خدا کی وحی سے خاص الخواص کو بتائے جاتے ہیں۔ انا اللّٰہ اعلم سے شروع کرکے یہ بھی بتایا۔ کہ یہ کتاب بے کھٹکے پڑھو۔ اور اس پر عمل کرو۔ کہ وہ اعلم کی طرف سے ہے۔ ہمّم منٹ

(بعد از نماز عصر پونے ۵ بجے)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ جس میں ایک کتاب کا وعدہ تھا۔ ایک نبی کا وعدہ تھا۔ وہ نبی کہنے سے وہ کتاب نہیں ثابت ہوتی۔ پس وہ کتاب کہہ کر بتادیا۔ کہ وہ نبی بھی آئیگا کیونکہ کتاب بغیر نبی کے نہیں آسکتی۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی تفسیر فرمادی ہے۔ کہ یہاں پر بتایا ہے۔ کہ اسلام کس معراج پر انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ میں وہ بات بتادی۔ جو دوسرے مذاہب میں بھی پائی جاسکتی ہے۔ یہاں کتاب کی عظمت بیان کرنی ہے۔ اس لئے مقابلتہً وہ امتیازی خصوصیت بتادی۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں۔ کہ یہ کتاب دوسرے مذاہب کی مانند صرف متقی ہی نہیں بناتی۔ بلکہ اسے اور آگے چلاتی ہے۔ اصولاً کچھ غیب کی باتیں ماننا۔ کلام الٰہی پر ایمان۔ صلوٰۃ زکوٰۃ سب مذاہب حقہ میں ہے۔ پس قرآن مجید نے دعوے کیا۔ کہ ایسا ماننے والوں کو میں اور ترقی دلاؤنگا۔ میری تعلیم پر چلنے والے خود کلام الٰہی کے مہبط ہونگے۔

(ب) آخرت سے مراد آئندہ وحی ہے۔ ایک مولوی نے اعتراض کیا ہے۔ کہ وحی مذکر ہے۔ پس اس کے لئے آخرہ نہیں آسکتا۔ مگر یہ اس کی کم علمی ہے۔ کیونکہ کبھی تذکیر و تانیث باعتبار معنے ہوتی ہے۔ وحی کے معنے لغت میں رسالت کے لکھے

ہیں۔ پس بالآخرہ کے معنے ہوئے وہ رسالات ربی جو آئندہ آنے والی ہیں۔ انہیں مانتے ہیں

(ج) بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کو مِنْ قَبْلِكَ سے پہلے لاکر بتایا۔ کہ پہلی رسالتوں پر ایمان بھی قرآن مجید کی طفیل ہے۔ یہ اسلام کا احسان ہے۔ دوسرے مذاہب پر اور اس کی وسعت کا ثبوت۔ پھر اگلی امتوں کی کتابوں یا نبیوں کا ماننا صرف رسماً ہے۔ قرآن مجید کے ذریعہ سے مانینگے۔ تو یہ تسلیم کرنا بدلائل و شواہد حقیقی معنوں میں ایمان ہوگا۔

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ ہدایت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جو انسان پر قبضہ کرکے اسے چلائے۔ (فطرتی ہدایت)۔ دوم وہ ہدایت جو انسان بذریعہ شریعت پائے۔ اور اپنے اعمال میں اسے جاری کرے۔ (شریعتی ہدایت)۔ فطرتی ہدایت جو ہر مذہب میں ہے۔ بعض آدمی خلقاً نیک خلق ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہدایت جو مدلل بدلائل و برہنائے علم و الہام ہے۔ قرآن کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہدایت جدا نہیں ہوسکتی کیونکہ انسان اس پر سوار ہے۔ اور سواری سے آرام حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے بھی مومن اس سے اپنی جدائی پسند نہیں کرتا۔

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ ڈرانا یا نہ ڈرانا جن کے نزدیک برابر ہو۔ وہ کیا ہدایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(ب) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کے متعلق سوال ہوسکتا ہے۔ کس چیز کا انکار؟ اسی کا انکار جس سے ڈرایا گیا۔ یعنے جو لوگ خدا ہی کو نہیں مانتے۔ یا نبیوں کی آمد کے منکر ہیں۔ ان کے لئے تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ کیونکہ جس چیز کو کوئی مانے گا ہی نہیں۔ اس سے ڈر لگا کیا؟

(ج) لَا يُؤْمِنُوْنَ میں پیشگوئی کردی۔ کہ باوجود اس قدر ڈرانے کے جو منکر ہیں۔ وہ نہیں مانیں گے۔ (تین معنی ہوسکتے ہیں)

عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ کے ساتھ غِشَاوَةٌ فرمایا۔ اور قلوب و سمع کے لئے ختم فرمایا۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ (سورہ نحل میں طبع کا لفظ تینوں کے لئے لایا گیا)

سورہ نحل میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کا سینہ کفر کے لئے کھل گیا ہو۔ اس لئے قلب و سمع کے علاوہ بصر کے لئے بھی طبع فرمادیا۔ مگر ایک نہ ماننے والے ایسے ہیں۔ جو

آباء و اجداد کے نقش قدم پر ہوتے ہیں۔ اور اپنی حالت پر مطمئن نہیں ہوتے۔ ایسوں کے لئے فرمایا۔ کہ ان کی آنکھوں پہ پردہ ہے۔ جو زبردست قہری نشانوں کے وقت ہٹ بھی جاتا ہے۔ اور انہیں اسلام کا دھندلا سا چہرہ نظر آجاتا ہے۔

رکوع ۲

اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اللہ سے لیکر یوم آخر تک کے تمام ایمانیات کو ماننے کا دعوے کرتے ہیں۔

خَادِعْ۔ جب انسان دہوکہ دینے کی کوشش کرے۔ مگر جسے دہوکہ دینا چاہتا ہے۔ وہ دہوکہ کھائے نہیں۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ۔ سوالیہ ہو سکتا ہے۔ یعنی کیا اللہ کو دہوکا دینا چاہتے ہیں۔

فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا۔ اللہ کی سنت ہے کہ جو چیز قائم رکھی جاوے۔ وہ بڑہتی ہے۔ کافر غصہ نکال لیتا ہے۔ اس کا سینہ صاف ہو سکتا ہے۔ مگر منافق اندر ہی اندر کڑھتا اور بدظنیوں میں بڑہتا جاتا ہے۔

لَا یَشْعُرُوْنَ۔ شعور و علم میں فرق ہے علم بیرونی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ شعور ایک حس باطنی کے متعلق ہے۔ جو بلا سامان ظاہری بھی اپنا کام کرتی ہے۔ علم کا اثر ممکن ہے۔ قلب پر نہ ہو۔ مگر شعور کا بالضرور ہوتا ہے

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ۔ قیل بصیغہ مجہول اسی لئے ہے۔ کہ کہنے والے کفار بھی کہے جاسکیں۔ اور مسلمان بھی۔ منافق بھی فٹ بال کی طرح ہوتا ہے۔

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ۔ جرم کے مقابل میں سزا کے لئے بھی وہی لفظ لایا جاتا ہے۔ جیسے ماسٹر کسی کھیلنے والے طالب علم سے کہے۔ میں تمہیں خوب کھلا لیتا ہوں۔

(ب) جب خدا لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہے۔ تو اس کا استہزا بھی ہم جیسا نہیں۔ پس معنے یہ ہوئے۔ کہ وہ نتائج پیدا کردے گا۔ جو استہزاء کے ہوتے ہیں۔

یَمُدُّھُمْ۔ اللہ ترک کردے گا انہیں اس حالت میں۔ کہ وہ اپنی سرکشی میں سرگشتہ ہیں۔

الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی۔ دو چیزیں پڑی تھیں ضلالت اور ہدایت۔ ایک کو لے لیا

اور وہ ضلالت ہے۔ جیسا کہ مَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ سے ظاہر ہے۔

(ب) یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ نہ دنیاوی نفع ہوا۔ نہ دینی۔

الَّذِی من اور ما کی طرح معنے جمع کے لئے بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے یہاں اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ آخر میں فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ۔ یہاں الذین کی بجائے اَلَّذِیْ ہے۔

اِسْتَوْقَدَ کے دو معنی (۱) آگ جلائی (۲) کسی سے کہا۔ آگ جلا۔ فرمایا۔ منافقوں کی مثال ایسی ہے۔ یہ لوگ۔ فساد اٹھاتے ہیں۔ اپنے فائدے کے لئے۔ مگر خود انہی کے لئے موجب نقصان ہوجاتا ہے۔ دوسرے معنے حالات کے مناسب ہیں۔ منافق پہلے پہل رسول اللہ کے ساتھ ملگئے جیسے عبد اللہ بن ابی سنبھال فائدہ۔ مگر آخر کار بوجہ بدنیتی فائدہ سے محروم کردئے گئے۔

اَوْ کَصَیِّبٍ۔ ان پر یہ مثال بھی چسپاں ہوتی ہے۔ یا یہ کہ بعض پر وہ مثال چسپاں ہے۔ بعض پر یہ۔

(ب) فِیْہِ۔ فی کے معنے مع بھی ہوتے ہیں۔

(ج) محمد رسول اللہ ان کے لئے ابر رحمت بن کر آئے تھے۔ مگر یہ ابر کے لوازمات سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ضروری ہیں۔

رکوع ۳

تین گروہ بتا کر کہا۔ کہ بہتر یہی ہے۔ اعبدوا ربکم کی تعمیل کرنے والوں میں ہوجاؤ۔

وَالسَّمَآءَ بِنَآءً۔ سامان حفاظت بادل کو بنایا۔ اور بلندیوں کو اور اجرام سماوی کو۔

ریب کے ساتھ فی آتا ہے۔ یہاں من آیا۔ کمال شرارت بتانے کے لئے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ بجائے شک دور ہونے کے اسی کتاب سے شک پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس پر فرمایا۔ اگر تم ریب میں ہو۔ اور وہ ریب، اس وحی سے پیدا ہوا ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے۔ تو پھر جو کتاب نعوذ باللہ ایسی لچر ہے۔ کہ رہا سہا ایمان بھی زائل کردیتی ہے۔ تو اس کا مقابلہ بہت آسان ہے۔ آؤ تم اس کے ایک حصہ ہی کی مثل لاکر دکھادو۔

(ب) اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ اگر یہ تمہاری بات ٹھیک ہے۔ کہ تمہارے شبہات اسی

قرآن کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں۔ بجائے دور ہونے کے تو پھر مقابلہ بہت آسان ہے۔

وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھًا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا ہے۔ کہ جنت کے انعامات مومنین کے عملوں کے اظلال و آثار ہیں۔ یہاں کی روحانیات وہاں کا جسم بن جائیں گی۔ اسی سے جنت کی روحانیات کی لطافت کا اندازہ کرلو۔

کافر اس مثال پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ مومن کا ایمان بڑھتا ہے۔

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ فرمایا۔ صحابہ کے لئے کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ پہلی بعثت اور ہمارے لئے ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ (فیج اعوج کے بعد) ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ دوسری بعثت۔ قرآن مجید ہر زمانہ کے لئے ہے۔

فَسَوّٰھُنَّ یعنی ان آسمانوں میں سے سات آسمانی چیزیں ایسی بنائیں۔ جو سب کو ٹھیک ٹھاک نظر آسکتی ہیں۔ یعنی سات سیارے جیسے فاختار موسیٰ قومہ سبعین رجلاً میں بتایا۔ کہ قوم میں سے ستر آدمی لئے۔

رکوع ۴

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ۔ ارسال رسل کی سنت احیاء بعد امات کا ثبوت تمثیل سے دیا۔

خلیفۃ۔ جو کسی کا قائمقام ہو۔ جس کا کوئی جانشین ہو۔ جو حدود اللہ کو قائم کرے۔ کامل خلیفہ آنحضرت صلعم تھے۔ جن میں تینوں باتیں پائی جاتی تھیں۔

اَتَجْعَلُ فِیْھَا۔ خلیفہ تو حکم جاری کرتا ہے پس وہ پوچھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسی مخلوق بننے والی ہے۔ جو سفک دماء کرے۔ اور ان پر حکم چلانے کی ضرورت پڑے۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ اس سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ زبان بھی الہامی ہے۔ کامل زبان انسانی خیالات کی ترجمان ہے۔ پس تمام صفات و اشیاء و اخلاق انسانی کا علم دینا بھی اسی میں آگیا۔

اَنْۢبِئْھُمْ بِاَسْمَآئِھِمْ۔ چنانچہ نسل آدم نے اپنے آپ کو ایسا بنایا۔ کہ تمام صفات غضبی و رحمی کا مظہر بنا۔

تَکْتُمُوْنَ۔ جان کر چھپانا مراد نہیں۔ بلکہ جو باتیں تمہارے اندر پوشیدہ ہیں۔

کتومہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جو حاملہ ہو۔

تَلَقّٰی بالمشافہ بات سننا پھر اسے سمجھ بھی لینا۔ آدمؑ نے اس قدر رجوع الی اللہ کیا۔ کہ خدا نے بذریعہ الہام کلمات سکھائے اور پھر انہیں سمجھا بھی۔ بعض لوگوں کو الہام سچا ہو جاتا ہے۔ مگر وہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

رکوع ۵

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ پہلی مثال بعید کی تھی یہ قریب کی بتائی۔ سوال تھا۔ کہ کیوں ہم مورد عذاب الٰہی ٹھہرے۔ فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل تم میرے حکموں پر چلو۔ اور میرے عہدوں کو پورا کرو۔ جن میں سے وہ نبی پر ایمان لانا بھی ہے۔ تو میں تمہیں ترقی دونگا۔ اور سکھ میں رکھونگا۔

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ۔ علاوہ اہل کتاب کے مشرکوں کو بھی بتایا۔ کہ گو تم تورات کو نہیں مانتے۔ مگر دیکھو۔ تورات میں ایک پیشگوئی تھی۔ وہ سچی نکلی ہے۔ اتنے سو سال پہلے کی بات کا پورا نکلنا بتاتا ہے۔ کہ یہ بناوٹی قصہ نہ تھا۔

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔ جو شخص شرک چھوڑ کر خدا کا ہو جائے۔ اسے راکع کہتے ہیں ٭

رکوع ۶

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔ بنی اسرائیل تم جانتے ہو۔ نبی کیا ہوتا ہے؟ اور اس کا انکار کیا نتیجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ تم میں سے نبی ہو چکے ہیں۔ پس تم سب سے پہلے ڈرو۔ بجائے عوام کے ایک سرکاری پرانا ملازم سابق زیادہ قابل مواخذہ ہوتا ہے

وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ۔ ایسی تیز ہوا چلی۔ کہ پانی ہٹ گیا۔ نپولین کو بھی اسی قسم کا واقعہ مصر میں پیش آیا۔ مگر اس کے ساتھ اس کی پیشگوئی نہ تھی۔

الْمَنَّ۔ ہر انعام کو کہتے ہیں۔ جو بے محنت مل جائے۔

السَّلْوٰی۔ ایسے سامان جن سے تسلی ہووے۔ ایک قسم کے پرند۔

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ اٹل جو کسی علاج ظاہری سے ہٹ نہ سکے۔

۱۰ منٹ بجے پر ختم ہوا

۲۳ جون سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۷

اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حورب ہی کی چٹان تھی۔ جو دراصل طور سینا ہی کی ایک طرف کا نام ہے۔ پہاڑوں میں ایسے عجائبات ہوتے ہیں۔ ایک طرف بالکل خشک اور دوسری طرف سرسبز ایسی خشک پہاڑیوں کے نیچے بھی چشمے ہوتے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کو ایک خاص جگہ کی خبر دی۔ جس کے نیچے پانی تھا۔ آپ نے عصا مار کر اس چٹان کو توڑ دیا۔ چشمے پھوٹ نکلے کیا یہ کم نشان ہے۔ کہ پانی کا خاص مقام الہام سے معلوم ہوگیا۔

(ب) قوم موسےٰ کی شدت تشنگی کے لحاظ سے بارہ چشمے ہی چاہئے تھے۔ تا جلد جلد سیراب ہو سکیں۔ میں نے کشمیر میں کئی چشمے اکٹھے دیکھے۔ شیشنوں پر کثرت انبوہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہی نلکے کے ساتھ کئی ٹونٹیاں ہوتی ہیں۔

(ج) گو تورات میں ایک ہی چشمہ کا ذکر ہے مگر اس کی بنا پر قرآن مجید کی شہادت کو جھٹلانا ٹھیک نہیں۔ جبکہ تورات میں کئی غیر معتبر باتیں درج ہیں۔ اور خود عیسائیوں کی شہادتیں تورات کے خلاف ہیں۔ خود سیل لکھتا ہے۔ کہ پندرہویں صدی میں ایک عیسائی نے بارہ چشمے اسی مقام پر دیکھے ہیں۔ بوجہ کنکریوں اور پتھروں کے بعض دہانوں کا بند ہو جانا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ پھر جو ایک چشمہ بتاتے ہیں۔ وہ مقام چشمہ کی تعیین میں مختلف ہیں۔ پس ان کی شہادت کا کیا اعتبار؟

میرے نزدیک بارہ چشمے ایک علامت کے طور پر ہیں۔ کہ بارہ روحانیت کے چشمے تم میں پھوٹینگے۔ اور حضرت موسےٰ کے بعد چودہواں تو ان میں سے من وجہ نہ تھا۔ (حضرت عیسےٰ) امت محمدیہ میں بارہ خلفاء ہیں۔

لَا تَعْثَوْا۔ عثی کے معنے فساد یا کبر یا کفر میں حد درجہ بڑھ جانا مفسدین

فرمانے سے ایک معنے کی تعیین ہوگئی۔

طَعَامٍ وَّاحِدٍ کے بارے میں اختلاف ہے۔ مفسرین کہتے ہیں گوشت۔ مگر قرآن میں منّ و سلویٰ دو کھانوں کا ذکر ہے۔ اس کی تاویل کی گئی ہے۔ کہ ملا کر کھانے سے ایک ہی کھانا ہو گیا۔ میرے نزدیک یہ درست ہے۔ کہ سلویٰ بند ہوگیا تھا۔ صرف منّ رہ گیا۔

(ب) لَنْ نَّصْبِرَ کہنا ان کی نہائت طمع پروال ہے۔ کہ ہم صبر کر سکتے ہی نہیں۔ خدا نے ان کی بزدلی۔ سفاہت و فقر اور آزادی۔ شرافت پیدا کرنے کے لئے انہیں محکومی سے نکال کر جنگلوں میں رکھا۔

(ج) بقل جو سبزی بیج پر کھڑی ہو جائے فوم۔ تمام وہ غلے جن سے روٹی پکائی جائے۔ خصوصاً گیہوں اور چنے لہسن کو بھی کہتے ہیں۔

(د) ادنیٰ کے معنے قریب الحصول جو جلدی مل جائے۔ ردّی۔

خَیْرٌ۔ چونکہ ادنیٰ کے مقابلہ پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ وہ دیر سے ملنے والی ہے۔

الذِّلَّةُ کمی۔ المسکنۃ۔ ایسی حالت جس میں انسان چل پھر نہ سکے۔ یہ سزا ہے۔ اسکی کہ زیادتی کو ترک کیا۔ اور سفروں کی برداشت سے انکار کر دیا۔ اللہ کی رضا کو چھوڑا۔ اسلئے غضب اللہ کے نیچے آئے۔

یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ۔ ارادہ قتل مراد ہے۔ جیسے اتقتلون رجلاً۔ قتل انبیاء کے متعلق لوگوں کو اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ کوئی نبی قتل نہیں ہوتا حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ ہے۔ کہ سلسلہ کا ابتدائی اور آخری نبی قتل نہیں ہوتا۔ میرا ابھی یہی ایمان ہے۔ چونکہ یہاں موسےٰ ہارون کے متعلق ذکر ہے۔ اور وہ قتل نہیں ہوئے۔ اس لئے ارادہ قتل کے معنے کئے گئے۔

رکوع ۸

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اس آیت سے یہ نتیجہ کہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نجات کیلئے ضروری نہیں۔ غلط ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات اور احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ خود اس آیت کی شہادت بھی اس عقیدہ کے خلاف دیکھو۔ یہود نصارے۔ صابی جن کے عقائد میں ایمان باللہ داخل ہے۔ پھر ان کے لئے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں وہ ایمان مراد ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کے ذریعہ حاصل ہو۔ اور جو اسلام پیش کرتا ہے۔

رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ۔ اگر سر پر پہاڑ رکھنا مراد ہو۔ تو پھر ایمان کا ثواب کیا رہے۔ یہ تو جبر ہو گیا۔ وہم جسکے سر پر پہاڑ رکھدیا جائے۔ وہ تو ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ اتنی جلدی منکر ہو۔ مطلب۔ اس کے دامن میں ہونا۔ حدیث میں آتا ہے۔ فرفعت لنا صخرۃ۔ خروج باب ۱۹ آیت ۱۷ میں فوقفوا فی اسفل الجبل صاف لکھا ہے۔

(ب) ثم تولیتم کا ذکر خروج باب ۲۰ آیت ۱۸ میں ہے۔ کہ جہاں انہیں کھڑا کیا گیا۔ وہاں سے ہٹ گئے۔ حالانکہ حضرت موسےٰ نے فرمایا تھا۔ یہیں کھڑے رہنا۔ مگر انہوں نے کہا۔ نہ ہم یہ کلام سننا چاہتے ہیں۔ نہ ہماری اولاد۔ شریعت کی وحی میں جلال ہوتا ہے۔

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ۔ خروج باب ۲۰ آیت ۸ میں سبت کا حکم ہے اعتداء کی تفصیل قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ہے۔

كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ۔ یہ سزا مطابق جرم ہے۔ حکم کے الفاظ کو پورا کر دیا مگر اصل مقصد شریعت کو چھوڑ دیا۔ سبت کے دن بظاہر وہ شکار نہ کرتے تھے۔ مسلمانوں نے بھی ایسے حیلے نکالے ہیں۔ کہ شریعت کے ظاہری الفاظ کی مخالفت نہ ہو۔ مگر اصل مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔ اس لئے مسلمان بھی ذلیل ہو رہے ہیں۔ مغز شریعت سے آگاہ نہیں ہیں احکام شریعت کے فوائد نہیں پاتے صرف نقال رہ گئے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً گنتی باب ۱۹ میں گائے کا ذکر ہے۔

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ موسیٰ خدا کے نبی اور فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ۔ وہ کہیں۔ آپ ہنسی کرتے ہیں سخت گستاخی کی۔ بعض مسلمان بھی آجکل قرآن مجید کی آیات ہنسی و تمسخر کے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہیئے۔

(ب) تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ۔ تسر بقرہ کے لئے ہی یا لونہا کے لئے لون مذکر ہے۔ مگر مضاف ہو کر صیغہ بدل سکتا ہے۔

بائبل میں لال رنگ لکھنا انگریزی کے لفظ ریڈ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ ریڈ گائے کے متعلق صفراء فاقع لونہا کے لئے مخصوص ہے ٭

۴½ بجے ختم

رکوع ۹

(بعد از نماز عصر۔ ۵½ بجے شروع)

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا۔ ایسی حالت ایک عظیم الشان نفس کی کر دی۔ کہ اس پر موت کا فتوےٰ لگ جائے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ ع کے متعلق ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا۔ کس کو کہا؟ اسی لئے نہیں بتایا۔ کہ مختلف قوموں نے یہودیوں کو تباہ کیا۔ اور یہ ذلت حضرت عیسےٰ کے قتل کے عظیم جرم کے ایک حصہ کی سزا ہے۔ باقی اگلی دنیا میں۔

(۲) اس قسم کے واقعات جو ہوتے ہیں ان کے ساتھ ان کی تشبیہ مار کر اس کا موازنہ کر کے دیکھو۔ کہ یہ واقعہ قتل کیا ایسا نہیں ہے جن کے مقتول فی الواقعہ نہیں مرتے۔ بلکہ مقتول ہو جاتے ہیں۔

(۳) رسول کریم صلعم کے وقت جو ایک واقعہ قتل ہوا۔ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ اس کے بدلہ میں قتل کر دو۔ اور قصاص میں حیوٰۃ ہی فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ۔ ایسے قلب کی مثال پتھر سے دی۔ یہ بتانے کے لئے کہ ذوی العقول ہو کر غیر ذوی العقول سے بھی گذر گئے۔ انسان کے اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو طبعی طور پر سرزد ہوتے ہیں۔ دوسرے شریعت کے ماتحت۔ یہود کو سمجھایا۔ کہ شریعت پر عمل کر کے تو گیا۔ تمہاری فطرتیں ایسی مسخ ہو گئی ہیں۔ کہ تم سے کسی صورت

میں بھی فائدہ نہیں پہونچتا۔ پتھر گو اپنے اختیار سے کام نہیں کرتا۔ مگر پھر بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ تم سے کسی صورت میں بھی نہیں

لیحاجوکم بہ عند ربکم۔ تمہارے رب کے حکم کے ماتحت تمہاری مسلمہ کتابوں کے رو سے تم پر غالب آئیں تا بحث کریں۔

(ب) الا ایاما معدودۃ۔ یہود کا خیال تھا۔ کہ زیادہ سے زیادہ ۴۰ دن ہمیں عذاب ملے گا۔

(ج) خطیئتہ۔ ایک ہی خطا بوجہ اپنی سختی کے یا بہت سی خطائیں بسبب کثرت یونیورسٹی کا بھی یہی طریق ہے۔ کہ بعض میں ٹوٹل دیکھتے ہیں۔ بعض صرف ایک ہی پرچہ جس میں پاس ہونا لازمی ہوتا ہے۔

رکوع ۱۰

لا تعبدون الا اللہ۔ یہ تمام احکام ضروری نہیں۔ کہ بائبل میں ایک ہی جگہ پائے جائیں۔ خروج باب ۲۰ آیت ۲۳۔

رکوع ۱۱

قفینا۔ اس لفظ نے دو معنے دیئے۔ بعد میں آئے۔ دوم موسے کی شریعت کا اتباع کرنے والے نبی آئے۔ اپنی شریعت نہیں لائے۔

عیسے بن مریم کا علیحدہ ذکر کیا۔ جیسا کہ عام قاعدہ ہے۔ اول و آخر ذکر کرتے ہیں دوم یہود اس کے منکر تھے۔ اس لئے ان کا الگ ذکر فرمایا۔ اور انہیں نادم کیا۔ کہ وہ بینات لایا۔ پھر شیطان سے اس کا تعلق نہ تھا۔ بلکہ روح القدس سے تائید یافتہ تھا۔

قلوبنا غلف۔ ہمارے دل بے سمجھ بطور استکبار کہ میرا دماغ اس کے سمجھنے کے قابل نہیں۔ جب بڑا آدمی ایسا کہے۔ تو وہ تعریضاً کہتا ہے۔

ویکفرون بما وراءہ۔ جیسے آجکل کے مسلمان کہتے ہیں۔ کہ مسلم کو اب کسی اور وحی کی ضرورت نہیں۔

سمعنا وعصینا۔ پہلے کہا۔ کہ جو حکم الہی ہوگا۔ ہم مانیں گے۔ جب موسلی نے پہاڑ کے دامن میں کہا۔ آگے آؤ۔ تو کہا۔ نہیں آسکتے۔

....

رکوع ۱۲

من کان عدوا لجبریل۔ یہود جبریل کو ہلاکت و تباہی کا فرشتہ سمجھتے تھے۔

(۲) کلام کی مخالفت جبریل ہی کی مخالفت ہے۔ کہ وہی لانے والا ہے۔

ما تتلوا الشیطین۔ جن کے پیچھے پڑے تھے شریر لوگ۔

السحر۔ جھوٹ۔ مکر و فریب۔ فتنے کی بات۔ پیچ در پیچ۔ سلاطین باب ۱۱۔ آیت ۱۴۔

۱ بجکر ۵۵ منٹ پر ختم ہوا۔

۲۴ جون سنہ ۱۹۱۷ء (۱۲ بجے)

رکوع ۱۳

یہود نے رسول کریمؐ کے خلاف تمام زور لگایا۔ انہوں نے بیرونی بادشاہوں سے سازباز کرکے ان کے خلاف بھڑکایا۔ پھر انہوں نے اندرونی فساد بھی ڈالا۔ اس کے متعلق مختلف تجویزیں کرتے تھے۔

چنانچہ لا تقولوا راعنا جو فرمایا۔ تو یہ بھی درحقیقت یہودی کی شرارت کے رفع کے لئے فرمایا۔ دراصل یہودی یہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔ (سورہ انفال)

ان کی دیکھا دیکھی بعض سادہ لوح مسلمان کہنے لگے۔ یہود کا یہ مطلب تھا۔ کہ رسولؐ کا رعب ان کے دلوں سے اڑ جائے۔ یا وہ خدا کے غضب کے نیچے آجائیں۔ یا رسولؐ انہیں اپنے مخلصین سے نہ سمجھیں اور اس طرح اتحاد کو صدمہ پہونچے۔

(ب) راعنا۔ ذو معنی لفظ ہے۔ اور بڑے آدمی کے لئے ایسے لفظ کا استعمال جن میں ایک پہلو ذم کا بھی ہو۔ ادب کے سخت خلاف ہے۔ راعنا کے یہ معنے بھی کئے جاتے ہیں۔ کہ آپ ہمارا لحاظ رکھیں۔ ہم آپ کا لحاظ رکھینگے۔ ان معنوں میں بھی بے ادبی ہے۔ کیونکہ نبی تو مطاع ہوکر آتا ہے۔ اس کی اطاعت مشروط نہیں ہوتی۔

وللکفرین عذاب الیم۔ اس میں سمجھایا۔ کہ خدا کے کسی حکم کو چھوٹا نہ سمجھو۔ بعض باتیں معمولی ہوتی ہیں مگر نتیجہ خطرناک ہوتا ہے۔

مَا نَنسَخ مِنْ اٰيَةٍ - شریعت اسلام میں بعض احکام وہی ہیں - جو تورات میں ہیں - بعض ان سے بڑھ کر - اور مجموعی حیثیت میں قرآن مجید بڑھکر -

لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ - اس میں بتایا - کہ ہم اُمت محمدیہ کو روحانی اور جسمانی فضلوں میں دوسری تمام امم سے بڑھادینگے -

اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ - مطلق سوال منع نہیں - اس لئے کہا - سئل سے تشریح کی - کہ کس قسم کا سوال منع ہے فَقَدْ سَئَلُوْا مُوسٰى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَقَالُوا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً - بعض وقت منافق ایسی پٹی پڑھادیتے ہیں - کہ سادہ مسلمان بھی کہنے لگ جاتے ہیں - بات تو ٹھیک ہے - اگر یوں ہو جائے - پھر جب ایسا نہ ہو - تو اس مسلمان کو بھی ٹھوکر لگ جاتی ہے -

حَسَدًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ - حسد تمہاری کسی کارروائی کی وجہ سے نہیں ہوا - بلکہ اندر ہی اندر پیدا ہو گیا ہے - غلط فہمی بھی نہیں - بلکہ حق ظاہر ہونے کے بعد - هُوْدًا - ہادی سے ہے - یعنی وہ جو توبہ کرے - اور حق کی طرف لوٹ جائے - یہاں یہودی معنے ہیں -

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ - سخنہائے بلا دلیل

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ - اس میں سچے مذہب کا اصول بتایا ہے - اسلام چیز کیا ہے - خدا کے لئے فناء - ترک رضائے خویش پئے مرضئ خدا - راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا -

دوم وہ محسن ہو - جو کسی نے اس سے لینا ہو - اس کو اپنے حق سے کم لے - جو دوسرے کا حق ہو - اس سے زیادہ ادا کرے -

(ب) اخلاص والا کسی قسم کی منافقت یا شبہ نہ رکھنے والا - غرض خدا سے تعلق مضبوط ہو - اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا ہمدرد ہے - (ختم ۱۲½ بجے)

رکوع ۱۴

(بعد از نماز عصر ہ بجے)

مَنْ اَظْلَمُ - تین گروہوں کو فرمایا - ایک مفتری علی اللہ کو - ایک مکذب آیات اللہ کو - تیسرے مساجد سے روکنے والوں کو - اظلم کون ہے حضرت مرزا صاحب ؟ یا وہ جو ان کو نہیں مانتے ؟ تو مساجد سے روکنے کے فعل نے ثابت کر دیا - کہ اظلم خدا کے نزدیک کون ہے ؟ ہم تو نہیں - کیونکہ ہم کسی کو مسجد سے نہیں روکتے - غیر احمدی روکتے ہیں ہمیں -

حَقَّ تِلَاوَتِهٖ - جو حق تلاوت ادا کریگا - وہ ضرور قرآن مجید پر اور اس علم پر جو لایا ایمان لائے گا - الکتب سے مراد قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے - يَتْلُوْنَهٗ کے معنے ہیں - جو اس کا حق اتباع ادا کرتے ہیں -

خدمت - خدا کے حکم کے ماتحت کرو - تو پھر بھی دعا سے غافل نہ ہو -

رکوع ۱۵

سَفِهَ نَفْسَهٗ - بیوقوف بنایا اپنے آپ کو -

(۲) اپنے نفس کو بھول گیا ہو - استکبار سے کام لے -

(۳) تباہ کر لیا اپنے نفس کو -

حَنِيْفًا - جو مشرک نہ ہو - اور تمام احکام الٰہیہ کو تسلیم کرے - آگے اسی معنے کی تشریح ہے +

پارۂ دوم

رکوع ۱

قرآن کریم بات کو ایسے طور پر پیش کرتا ہے - کہ لوگ انکار کی طرف نہ جائیں - بلکہ اقرار کریں - دوم وہ بات پیش کرنے سے پہلے ان باتوں کا جواب دے لیتا ہے - جو دل میں بیٹھ کر اصل حکم سے برگشتہ کرنے والی ہو سکتی ہے -

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ میں سمجھا دیا کہ تحویل قبلہ پر اعتراض کرنے والے بے وقوف ہیں - پس تمہارے دل میں کوئی خیال اُٹھے - تو سمجھ کر منہ سے نکالنا -

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ - جس طرح ہدایت دی - اسی طرح امۃ وسطی بنایا -

(ب) وَسَطًا - اعلےٰ درجہ کی - (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ) (درمیانہ) امت محمدیہ آخری ہے - زمانہ کے لحاظ سے وسطی نہیں کہہ سکتے - نہ درجہ کے لحاظ سے - کیونکہ وہ

سب سے اعلیٰ ہے۔ پس اعمال کے لحاظ سے وسطاً ہوئی۔ افراط اور تفریط سے محفوظ۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا۔ یعنی وہ قبلہ جس پر پہلے تو تھا۔ وہ امتحانی طور پر تھا اصل نہ تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ قبلہ اصل مقصود نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل مقصود بدلا نہیں جاتا۔ اور یہ بھی کہ بیت المقدس بحکم ربی قبلہ تھا۔

مِمَّنْ يَنْقَلِبُ۔ اس سے ممتاز ہو کر جو اپنی ایڑیوں کے بل لوٹے۔

رکوع ۲

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ۔ جہت رستہ ہر چیز کی طرف توجہ ہو۔ دنیا اپنے اپنے کام میں لگی ہے۔ تمہارے لئے دربار میں اکیلے پیش ہو کر اپنے آقا کو خوش کرنے کا موقعہ ہے۔ نیکیوں کی طرف لپکو۔ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔

مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ۔ یہاں جنگ کے لئے نکلنا مراد ہے۔ ہر جہاد میں تمہاری مراد فتح مکہ ہو۔

حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ۔ سیدنا محمد رسول اللہ کے بعد فرمایا۔ کہ مکہ کے ساتھ تعلق نہ توڑنا۔

۲۵ جون سنہ ۱۹۱۷ء

۴/۳ ۱ بجے

فَاذْكُرُونِي۔ وعدے کا رسول آگیا۔ اور اس نے آکر تزکیہ نفوس تعلیم کتاب و حکمت شروع کی۔ اب اس سے فائدہ اٹھانا تمہارا کام ہے۔ اگر تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے۔ تو میں تمہیں وہ انعام دونگا۔ جن کا وعدہ ہے۔

رکوع ۳

اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ مندرجہ بالا حکم کی تعمیل میں مشکلات ضروری ہیں۔ ان پر صبر کا حکم فرمایا۔ کہ یہ جسمانی طریق ہے۔ دوم دعا کا ارشاد کیا۔ کہ یہ روحانی طریق ہے مشکلات پر غالب آنے کا۔

الصَّبْرِ (۱) جزع فزع سے رکنا (۲) کام کے رستے میں جو روکیں آئیں۔ ہر رنگ خوف یا حرص ان کی پروا نہ کرنا۔ (۳) سامان جتنے حصول کامیابی کے لئے ہیں۔ انہیں جمع کر لینا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

اَمْوَاتًا۔ الفاظ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مسمریزم کی بنیاد اسی بات پر ہے۔ یہ بھی ترقی کا ایک طریق بتایا۔ کہ اپنے مقتولوں کو کبھی مردہ نہ کہو۔ بلکہ زندہ کہو۔ فنا تو وہ ہوتا ہے۔ جو ناکام رہا۔ اس آیت میں فلسفہ حیات و موت سمجھایا۔

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ۔ ثمرات سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے۔ کہ تم کام کرو گے۔ بعض وقت اس کے منافع تمہاری امید کے موافق نہ نکلیں گے۔

اِنَّا لِلّٰهِ۔ ہم سب اللہ کے ہیں یہ جاننے والا بڑا خوش قسمت ہے۔ جو اپنے مولا کے سامنے پہلے پہنچ گیا۔ (۲) اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ جب سب وہیں جانے والے ہیں۔ تو پھر نوحہ کیسا۔ ایک ستر برس کے صحابی کو کسی نے کہا۔ کہ رسول کریم شہید ہو گئے۔ اس نے کہا۔ یہی وقت ٹوٹنے کا ہے۔ جدھر رسول گئے۔ ادھر ہی ہمیں جانا چاہیئے

بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ پچھلی بات کا ثبوت دیا۔ مثال سے۔ اور ایک حکم بھی دیدیا۔ کمال اعجاز قرآنی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا۔ ہاجرہ اور اسمٰعیل کے درجہ کو کم دکھانے کے لئے یہ واقعہ اور طرح پر بیان ہوا ہے۔ اسلئے ان پر غضب کا اظہار فرمایا۔

وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔ لعنت (خدا کی رحمت سے دور) کرتے ہیں۔ وہ جو رحمت سے دور کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ہر ایک نہیں۔ (شیعہ کا رد)

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ یہاں لعنت کے اور معنے معلوم ہوتے ہیں۔ شریر کو شریر ہی کہنا پڑتا ہے۔ (۵ بجے ختم)

رکوع ۴ (بعد از نماز عصر ۵½ بجے)

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اس کی تشریح سورہ ملک میں فرمائی۔ طباقاً سے مراد یہ بھی ہے۔ کہ ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہے۔ نظام عالم کی یکجہتی دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ ایک اعلیٰ ہستی کے ارادہ کے ماتحت چل رہی ہے۔ آگے اختلاف الیل والنہار الفلک التی تجری وما انزل اللہ من السماء۔ رحمانیت رحیمیت کے دلائل ہیں۔ اس ظاہری سامان کے مقابلہ میں باطنی بھی ہے۔ اور ان سے ملائکہ انبیاء کلام الٰہی کا ثبوت ملتا ہے۔

تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ۔ اس

کا تعلق رحیمیت سے ہے۔ اسی لئے ہوا اور بادل کو تعریف والمسخر سے مقید فرمایا۔ تاکہ ظاہر ہو۔ کہ یہ وہ ہوا بادل ہے۔ جو رحیمیت کے ماتحت بطور انعام یا عذاب آتا ہے۔

اَنَّ الْقُوَّةَ۔ ای تعلموا اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا

تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ تقطعت عنہم

(ب) بمعنے عن ان سے سب رشتے کٹ جائینگے۔ (حیلے سب جاتے رہے)

(۲) ان کے کفر کی وجہ سے ذرائع کامیابی ان کے لئے نابود ہو جائینگے۔

(۳) کاٹ دیئے گئے ان کو اسباب۔ جن سامانوں پر انہیں بھروسہ ہے۔ وہی ان کی تباہی کا موجب ہو جائینگے۔

(ب) بمعنے معیت وہ نہ صرف خود غرق ہوں گے۔ بلکہ ان کے وسائل بھی غرق ہو جائینگے۔

(۵) ان کے رسے کٹ جائینگے۔ وہ جو ان کے آپس کے تعلقات اتحادیہ ہیں۔ وہ کٹ جائینگے۔ نفسی نفسی پڑ جائے گی۔

(۶) سبب وہ ذریعہ جس سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچ سکیں۔ جن ذرائع کو انہوں نے منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے اختیار کیا ہے۔ وہ کٹ جائینگے۔

(۷) سبب کے معنے رستہ ان میں اختلاف ہوگا۔ کوئی کوئی مختلف رستہ۔

(۸) اسباب کے معنے ان کی ودستیاں ٹوٹ جائینگی۔ یہ آٹھ معنے ہوئے ❖

رکوع ۵

حَلٰلًا طَیِّبًا۔ قانون شریعت کے ماتحت یہ بھی کہ قانون صحت کے بھی مطابق ہو۔ کچا آٹا حلال ہے۔ مگر پھانکنے سے صحت بگڑے گی۔

بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً۔ حیوان صرف آواز پہچانتا ہے۔ معنے نہیں سمجھتا۔ اسی طرح یہ لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے پیچھے ہیں۔ خواہ وہ ان کو تباہ ہی کر رہے ہیں۔ یہ ان کے وعظوں اور قوموں پر یہ سمجھے ہوئے ہیں

(۲) یا سیدنا محمد رسول اللہ کی باتیں نہیں سمجھتے محض بز اخفش

فَمَنِ اضْطُرَّ۔ یہاں صرف بقدر قوت لا یموت کھانے کی اجازت ہے۔ کسی اور بات

کے متعلق نہیں۔ حرام چیز کھانے کا اثر فوری نہیں پڑتا۔ اور صرف اس کی ذات کے متعلق ہے۔ اس لئے اجازت ہوئی۔ مگر جھوٹ یا اس قسم کے گناہ جن کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ اور جو اصل مقصود کے خلاف ہے۔ ان کی اجازت نہیں۔

وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ۔ قیامت کے دن خدا پاکوں سے بولے گا۔ مگر یہ ایسے لوگ ہیں۔ کہ ان سے قیامت کو بھی نہیں بولیگا

رکوع۔ ۶

البرّ۔ بمعنی بار (نیکی کرنے والا) (۲) لکن ذا البر۔ لکن البرّ برّ من (حذف مضاف) (۴) من اٰمن سے مراد۔ الایمان باللہ۔

(ب) علیٰ حبہ۔ باوجود مال کی محبت کے مال دیتا ہے۔ (۲) حب اللہ۔ غرض نمونہ نہ ہو۔ (۳) علیٰ حب ایتاء المال مال دینے کی محبت ہو۔ کسی کے اصرار و الحاح سے نہیں۔ بلکہ دلی شوق ہو۔

والصّٰبرین۔ پچھلے لحاظ سے الصّٰبرون آتا۔ مگر ایسا نہیں۔ اس کی وجہ یہ۔ کہ مقام مدح اطناب چاہیئے۔ رفع کو نصب سے نصب کو رفع سے بدل دینا ابو علی فارسی پسند کرتا ہے۔ ترکیب بدلنے سے جملہ زیادہ ہو کر اطناب ہو جاتا ہے۔

فی القتلیٰ۔ یہی تمام مقتولین کے متعلق حکم آگیا ہے۔ کہ قصاص الحر بالحر بطور مثال ہے۔ یہ نہیں۔ کہ حر عبد کو مار دے۔ تو قصاص نہ ہوگا۔ یا کم ہوگا۔

لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۔ یہ آیت منسوخ نہیں۔ مثلاً کافر وارث نہیں ہوتا صلہ رحمی کے طور پر دے دینا چاہیئے۔

(ب) یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ مومن وصیت کرے۔ کہ میرا مال بالمعروف یعنے شریعت کے مطابق تقسیم کیا جاوے۔ آجکل تو ضروری ہے۔ اس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

(ج) جنف۔ کمی۔ اثم۔ زیادتی

رکوع ۷

اسلوب قرآن دیکھو۔ روزے کا حکم دیا۔ مومنو سے شروع کر کے ہمت بڑھائی ... [illegible]

ھنیھنا - (۳) تھوڑے ہی دنوں کے ہونگے۔ گھبراؤ نہیں - (۴) پھر خیال اٹھتا ہے۔ کہ آدمی مریض اور مسافر ہوتا ہے۔ فرمایا۔ دوسرے دنوں میں رکھ لیں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ۔ بمشکل اس کو ادا کر سکتا ہے۔ بوجہ ضعف غش تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یا صحت غیر معمولی طور پر بگڑ جاتی ہے۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ۔ یہ تو فرض ہیں۔ اگر اس سے زائد بھی رکھوگے۔ تو بھلا ہوگا۔ مثلاً ایام بیض ہیں فَلْيَصُمْهُ میں بتلا دیا۔ کہ سارا مہینہ نہ کہ صرف تین یوم۔

تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ اپنے نفس کا جو حق تھے۔ وہ نہیں دیتے تھے۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ حکم ممانعت کا تھا۔ وہ کرتے تھے۔ بلکہ ممانعت نہ تھی۔ وہ رکتے تھے۔ جیسا کہ ایک صحابی کے طرز عمل سے واضح ہے۔

۲۶ - جون سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع - ۸

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ۔ ہر چیز کے حصول کے لئے کچھ طریق ہوتے ہیں۔ انہی پر چلنے سے کامیابی ہوتی ہے۔ پس ماہ رمضان ہی میں حسب شریعت اسلام روزہ رکھنے سے فائدہ ہوگا۔ اگر کسی اور مہینے میں یا خلاف شریعت اسلامیہ روزہ رکھ کر یا اور عبادت بجا لائے۔ مثلاً مروّجہ چلہ کشی کوئی خدا تک پہنچنا چاہیگا۔ تو وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی دروازہ سے اندر داخل نہ ہو۔ بلکہ نقب لگا کر داخل ہو اور جا کر کہے۔ دیکھو میں کیسی مشقت اٹھا کر آپ تک پہنچا ہوں۔ شاباش مشقت سے نہیں ملتی۔ بلکہ اطاعت سے۔

وَقَاتِلُوْا۔ چار احکام بتائے ہیں۔ دینی جنگ میں ابتدا منع ہوتی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ اسلام کسی کو پہلے حملہ کی اجازت نہیں دیتا۔ بیشک مذہب کے لئے بغیر اس کے کہ دوسرا مذہب حملہ آور نہ ہو۔ جنگ میں پہل جائز نہیں۔ مگر سیاسی جھگڑوں میں حملہ جائز ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات قوم کی زندگی اسی میں ہوتی ہے کہ حملہ کر دیا جائے۔ جہاد کے ساتھ چند شرائط ہیں۔

(۱) فی سبیل اللہ جنگ ہو۔ جس کا اعلان امام صادق کی طرف سے ہو۔ (۲) انہی لوگوں سے جو لڑتے ہوں (۳) بچے۔ عورتیں سول آبادی سے نہیں۔ (۴) اعتداء نہ ہو۔ صلح کی درخواست کریں۔ تو فوراً مانو۔

(ب) وَاقْتُلُوْهُمْ۔ ھم کون؟ الذین یقاتلونکم حیث ثقفتموھم میں اس غلطی کا ازالہ کیا۔ جو لا تعتدوا اور الذین یقاتلونکم سے بعض کو پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ شاید یہ صرف اسی گروہ سے لڑنے کا جواز ہو۔ جو پہل کر چکا۔ اور اسی دشمن کے فوج کے دوسرے حصہ سے مقابلہ نہ کیا جائے۔

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ بعض لوگ خود جنگ نہیں کرتے۔ دوسروں کو اکساتے ہیں۔ چونکہ پہلے فرمایا تھا۔ اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ اس لئے تشریح فرما دی۔ کہ ایسی شریر قوم جو دوسروں کو ابھارتی ہے۔ تمہارے خلاف وہ زیادہ مستحق ہے۔ جنگ کیے جانے کی۔ سپین میں اس حکم کی نافرمانی ہوئی۔ تو مسلمان وہاں سے سختی سے نکالے گئے۔

وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔ دین کے بارے میں ہر ایک کو کامل آزادی ہو جائے۔ مذہب کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا جائے۔

فَلَا عُدْوَانَ۔ ای لاجزاء سزا۔

اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ نہ صدقہ ہے نہ زکوٰۃ۔ بلکہ چندہ ہے جنگی ضروریات کیلئے۔

(ب) وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اگر چندہ کا انتظام نہ کروگے تو اپنی قومی تباہی کا موجب ہوگے۔ مت ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں چونکہ تم نے خدا کے لئے ہاتھ پھیلائے نہیں۔ (فی سبیل اللہ خرچ کرنا) اسکی سزا میں تمہارے ہاتھ جن سے سب کام ہوتے ہیں۔ جکڑے جائیں گے۔ کسی کام کے نہ رہوگے۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ دین کے لئے انسان اپنے آپ کو مشکلات میں نہ ڈالے۔

(ج) وَاَحْسِنُوْا۔ نیکی میں کمال کو پہنچ جاؤ۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ چونکہ پچھلی آیت کے معنے یہ بھی ہو سکتے تھے۔ کہ تین وہاں اور گھر رکھے تو سات۔ تو بتایا کہ یہ مراد نہیں۔ بلکہ دس پورے رکھنے مراد ہیں۔

ذٰلِكَ۔ التمتع۔ یا یہ کہ قربانی اس کے لئے

ہے۔ جو مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو۔

رکوع ۹

یَعْلَمْہُ اللّٰہُ۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ اللہ اس پر انعام دے گا۔

تَزَوَّدُوْا۔ کیا زاد لو آگے بتا دیا۔ کہ التقویٰ اس میں یہ بھی سمجھایا۔ کہ حج سے تمہاری ذمہ داری بڑھ گئی۔ اب زیادہ تقویٰ کا خیال رکھو۔ جیسے اُجلے کپڑوں والا چھوٹے سے چھوٹے دھبے سے بچتا ہے۔

مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ۔ یہ حجت ہے جھگڑالوؤں پر۔ خدا نے خود اس جگہ کا نام نہیں دیا۔ بلکہ تفسیر کے لئے سنت کا تفحص ضروری ہے۔ خواہ حضرت ابراہیمؑ کا طریق دیکھنا پڑے۔

اَلَدُّ۔ سخت جھگڑنے والا۔ جو حق کی طرف نہ جھکے۔

اَخَذَتْہُ۔ آمادہ کرتی ہے۔ اسکو عزت گناہ پر (ب) بِالْاِثْمِ۔ گناہ کی وجہ سے عزت تقویٰ کی طرف جانے نہیں دیتی۔ بلکہ گناہ پر اکساتی ہے۔

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً۔ کسی جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ کہ تمام افراد کام میں لگے ہوں۔ جماعت سے جو فضل مختص ہیں۔ وہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں۔ کہ سب جماعت اس کام میں منہمک ہو۔ اے مسلمانو داخل ہو جاؤ۔ اسلام میں سب کے سب کوئی باہر نہ ہو (۲) سلم کے تمام پہلوؤں کو اختیار کر لو۔ یہ افراد کے لحاظ سے معنی ہیں۔

فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ۔ یہ محاورات قرآنیہ عذاب کے متعلق ہیں۔

رکوع ۱۰

مِنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ۔ یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ نعمت اللہ کی جو قدر نہیں کرتا۔ وہ عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ خاص طرز ہے۔ کہ بنی اسرائیل سے انعامات پوچھنے کو فرمایا۔ اور اب عذاب ان پر خود دیکھ لو۔

یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ سے مراد یہاں دنیا ہی میں فیصلہ کا دن ہے۔ جبھی کفار معترضین تمسخر کرنے والوں کو دندان شکن جواب ہو سکتا ہے

اُمَّۃً وَّاحِدَۃً۔ امت سے مراد ملت حق کے مقابلہ میں سب ایک تھے۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔

(۲) ان لوگوں کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ باوجود اختلاف کے ایک دوسرے کی اعانت کا محتاج

ہے۔ حقوق کے لئے لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے حَکم کا آنا ضروری ہے۔ وہ حَکم ان کے فائدے کے لئے ہے۔ مگر وہ اس سے بھی اختلاف کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیوں؟ بغض ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ اور اسی ضد میں کہدیتے ہیں۔ ہمارے حریف نے مانا۔ اس لئے ہم نہیں مانتے۔

مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ۔ گھبرا کر ایسا نہیں کیا بلکہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور پوچھا۔ ہماری تسلی کے لئے بتایا جائے۔ کہ کب؟ اس کا جواب ملا۔ قریب۔ یہ جواب ہمارے معنوں کی تائید کرتا ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ۔ صحابہؓ جب سمجھے۔ کہ بغیر باساء والضراء کے نصر اللہ کا وقت نہیں آتا۔ تو وہ جوش میں بول اٹھے۔ کہ ہم اپنے اوپر خدا کی راہ میں مشکلات وارد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ فرمائیے۔ کیا خرچ کریں۔

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ۔ فرمایا۔ مال خرچ کرو۔ پھر جانیں بھی دینی ہونگی۔

وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ۔ مسلمان بوجہ اس نیکی و نرمی اور اخلاق کے جو ان میں پیدا کیا گیا تھا۔ یہ پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ ہم تلوار سے ان کافروں کو سیدھا کریں۔ وہ تو بہر حال یہی چاہتے تھے۔ کہ ہم دشمن تک کو بھی تکلیف نہ دیں۔ مگر اللہ نے فرمایا۔ کہ اب بہتری اور تمہاری زندگی اسی میں ہے۔ کہ قتال کرو۔

رکوع ۱۱

اَصْحٰبُ النَّارِ۔ اصحاب کہنے میں یہ اشارہ ہے۔ کہ وہ اپنی آگ اپنے ساتھ لائینگے دنیا میں بھی آگ ہی جلاتے ہیں۔ لڑائی و فساد کی آگ۔

عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۔ ان دونوں باتوں کا جنگ سے خوب تعلق ہے۔ لاٹری اور شراب دونوں عقل پر پردہ ڈالکر جوش قائم کرتے ہیں۔ اسلئے دنیاوی لوگ استعمال کرتے ہیں۔

اِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا۔ حرمت مقابلہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ یعنی ضرر زیادہ ہے نفع سے۔ یہ نہیں۔ کہ حرام میں کسی قسم کا نفع بھی نہیں۔ بعض لوگ کسی چیز میں کوئی نفع یا حلال میں کوئی ضرر دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں حالانکہ لحاظ کثرت کا چاہئے

مَاذَا يُنْفِقُوْنَ - ماذا کے دو معنی ہوتے ہیں - ایک معنی کے لحاظ سے پہلے جواب دیا - ایک معنی کا اب دیتا ہے - کہ العفو اس کی حکمت کی طرف کذالک یبین اللہ فرما کر توجہ دلائی - ضرورت سے زیادہ بہترین شے ہر ایک اپنی اپنی فطرت و قوت ایمانی کے لحاظ سے سمجھ لے لیگا -

اَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ - مومن لونڈی کو حرہ مشرکہ سے اچھا ٹھہرایا - کیونکہ مومنہ کا تو فقط جسم غلامی میں ہے - مگر حرہ مشرکہ کی روح شیطان کی غلامی میں ہے - اہل کتاب تو کوئی قانون رکھتے ہیں - جس پر غور کرنے سے وہ نکل سکتی ہے ❖

۲۷ جون سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۲

اَذًی - باعث ضرر - نجس و ناپاک

یَطْهُرْنَ - غسل کرلیں -

احکام حیض کے بارے میں اسلام کے احکام تمام مذاہب کے حکموں سے وسطی ہیں -

اَنّٰی شِئْتُمْ - انّی کے معنے (۱) این شئتم جہاں چاہو - (۲) جب چاہو (ارادت ہو دن سو) مستثنیات بیان ہو چکے ہیں - (۳) جس طرح چاہو - اس میں جو شبہ تھا - اس کا ازالہ کر دیا - قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ - کہ وہ طریق اولاد پیدا ہونے کا موجب بن سکے -

عورت مردوں کو بعض اوقات ان حالات میں کر دیتی ہے - کہ وہ کسی بات پر قسم کھا لیتا ہے - اس لئے قسموں کے احکام بیان فرمائے -

بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ - ایسی قسموں پر لغو کا لفظ بول کر در اصل روکا ہے - کہ مومنوں کے لئے آیا ہے - وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ -

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ - مساوات بلحاظ حقوق ہے - مگر انتظامی وجوہات سے مردوں کو غلبہ ہے - انتظامی طور پر کسی کو نگراں بنانا تو مردوں میں بھی ہوتا ہے - ایک مرد دوسرے مردوں پر حاکم ہے - پس یہ حق تلفی نہیں ❖

. . . .

رکوع ۱۳

حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا - باوجود بہت سی شرائط کے جب طلاق بائن ہو جائے گی تو ضرور ہے - کہ بیوی کسی نئے میاں کے پاس جائے - اور میاں نئی بیوی کرے - تاکہ دونوں کو ایک دوسرے کی قدر معلوم ہو جائے - اور اگر دوسرے نکاح سے اطمینان ہو جائے - تب بھی اچھی بات ہے

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ - آخری حصہ وقت عدت پہنچ جائے - نہ یہ کہ مدت عدت گزر جائے - کیونکہ ان آخری معنوں کو فامسکوھن روکتا ہے ❖

رکوع ۱۴

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ - ایک معنے یہ بھی ہیں - کہ اسی پہلی زوج سے راضی نامہ کرلے - بعض نے کہا - جب وہ طلاق دے چکا - تو زوج کیسا - مگر قرآن مجید کی رُو سے زوج کہا جاتا ہے - جیسا کہ اوپر فرمایا تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ -

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ - نہیں کام سپرد کیا جاتا کوئی نفس تکلیف دینا مراد نہیں -

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا - اتنی مدت کے بعد بچے میں حرکت پیدا ہوتی ہے - اور حمل کا علم ہو جاتا ہے -

لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ - نکاح ہو گا، روکنے والے کو زجر فرمایا - کہ تم پر کیا گناہ لازم آیا کہ روکتے ہو -

فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ - جس سے شبہ بڑھے یقین نہ ہو -

وَلَا تَعْزِمُوْا - عزم اس ارادہ کو کہتے ہیں جس کے بعد فعل ضروری ہو - لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ - جب وعدہ کرنا منع ہے - تو عزم بطریق اولیٰ منع ہوگا - مگر اس کا ذکر اس لئے کیا - کہ پختہ ارادہ کیا - اور یہ فیصلہ کر لینا کہ میں نکاح کرونگا - یہ بھی منع ہے ❖

رکوع ۱۵

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ - میرے نزدیک اس سے چھوٹا سا چھوٹا مس مراد ہے -

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ - نکاح کے بعد نمازوں میں خصوصیت سے سستی ہو جاتی ہے - (ب) الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد میرا خیال تہجد کی طرف جاتا ہے -

فَاِنْ خِفْتُمْ ۔ اور جگہ جو خوف کا ذکر آیا ہے
اس سے زیادہ خوف ہو۔ تو پیادہ سوار جیسے
بھی ممکن ہو۔ پڑھ لو۔
مَتَاعاً اِلَی الْحَوْلِ ۔ چار ماہ بعد شادی
کرلیں ۔ تو چلی جائیں۔ رہنا چاہیں۔ تو
ایک سال تک نکالیں نہیں۔ آرام دینے
کے لئے ناسخ منسوخ نہیں ۔

۲۸ جون ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۶

حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں میں چار باتوں
کی طلب تھی۔ چنانچہ آیات بھی بیان فرماویں
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ تُؤْمِنُوْنَ (۲)
کُتِبَ عَلَیْکُمْ فرما کر کتاب بھی سکھا دی۔
تیسری چیز حکمت تھی۔ حکمت کتاب کا جزو
ہوتی ہے۔ اس کے معنی ہیں فلسفہ اور
غرض۔ اب یہاں خدا تعالیٰ نے حکمت
کا وہ حصہ بیان فرمایا ہے۔ جو عقلی رنگ
میں کسی قوم کی ترقی کا فلسفہ ہو سکتا ہے
فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ ۔
اَلَمْ تَرَ ۔ ذہنی معلوم ہونے اور غور
کرنے کو بھی کہتے ہیں۔
وَھُمْ اُلُوْفٌ ۔ بائبل میں جو آیا ہے
کہ چھ ہزار تھے۔ تو یہ اس کے خلاف نہیں
الف عبرانی زبان میں قبیلہ کو کہتے ہیں۔
مترجموں نے غلطی سے اَلْف سمجھ لیا۔
ثُمَّ اَحْیَاھُمْ ۔ قومی زندگی مراد ہے۔
(ب) چالیس سال میں لڑنے کے قابل لوگ
مرجاتے ہیں۔ اس لئے ان کے مرنے
تک چالیس سال ان پر حرام رکھا۔
وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ ۔ اللہ کی یہ
سنت ہے۔ کہ پہلے کچھ چیز لیتا ہے۔
پھر اس کو پھیلاتا ہے۔ جبتک بندہ کچھ
محنت نہ کرے۔ خدا کا یہ فضل خاص
نازل نہیں ہوتا۔
وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا ۔ یعنی جب
ہم نے خدا کے لئے یہ تکلیفیں اٹھائیں
تو قتال کیوں نہ کرینگے۔
طَالُوْتَ ۔ بناوٹ جسمانی کے لحاظ
سے وصفی نام ہے۔ فی الواقعہ بھی یہ نام
ہو۔ تو تعجب نہیں ۔
زَادَہٗ اللّٰہُ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۔

بادشاہی کرنے کا ڈھب جانتا ہو۔ اور جسم
کی بسطہ یہ کہ اس کی طاقتیں خوب ہوں
ہمت و استقلال والا ہو۔ یہ نہیں۔ کہ موٹا ہو
یہ پیچھے خلفاء کی نشانی ہے۔ حضرت عمرؓ
جب خلیفہ نہ تھے۔ تو حضرت ابوبکرؓ سے
کہنے لگے۔ کہ یہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ تو جانے
دیں۔ اس وقت ان سے جنگ کمزوری
کی وجہ ہوگی۔ مگر اپنی خلافت کے زمانہ
میں کتنے بڑے بڑے کام کئے۔ ہمت
و استقلال خلیفہ کو خدا سے ملتا ہے۔
دو یہ ہوئے۔ اس کے علاوہ اور نشان
بھی بتائے۔
اِنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ ۔ اس میں چار علامتیں
بتائیں۔ (۱) تابوت (۲) سکینہ (۳) بقیتہ۔
(۴) تحملہ الملائکۃ۔ تابوت سے مراد دل
(مفردات راغب عبارت عن القلب۔
یعنی القلب تابوت الحکمۃ) دل تو ہر شخص
کے پاس ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ خدا کی
طرف سے نئے دل ملینگے۔ وہ پہلے دل
بدل دئے جائینگے۔ تغیر عظیم واقعہ ہوجاتا
ہے۔ پھر دل میں دو خصوصیتیں ہوتی ہیں
(۱) اطمینان قلب جو پہلے گھبراہٹ ہوتی ہے۔
وہ دور ہوجاتی ہے۔ دوم۔ آل موسےٰ اور
ہارون نے جو چھوڑا۔ اس کا بقیہ ان کے
دلوں میں ہوگا۔ والبٰقیٰت الصّٰلحٰت خیر
عند ربک ثواباً۔ یعنے ان نیکیوں کی تحریک
جو ان میں تھیں۔ یعنے اس خلافت کے
ماتحت روحانی ترقی جماعت کرے گی۔ چہارم
ملائکہ ان دلوں کو ہمت دلاتے ہوں گے۔ ان
کے ماتحت لوگوں میں بھی ایک ہمت استقلال
بخشی جاتی ہے۔ وہ بجائے پیچھے ہٹنے کے
آگے آگے ہونگے ۔

رکوع ۱۷

بِنَہَرٍ ۔ آسائش کے معنے بھی لئے جاسکتے
ہیں۔ اس صورت میں شرب وغیرہ مجازاً ہونگے
اور یہ معنی بھی کہ دشمن سامنے تھا۔ نہر بھی
تھی۔ حکم ہوا۔ پانی نہ پیو۔
یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب انسان جوش کے
وقت پانی کا گھونٹ پی لے۔ تو ٹھنڈا پڑ جاتا
ہے۔ یہ حکمت نہ سمجھی۔ اور بعض نے پانی پی
لیا۔ کمزوری پیدا ہوگئی۔
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ ۔ داؤد کے مقابلہ میں

بھی ایک سرکش انسان تباہی ڈالتا تھا۔ اسے بھی ہلاک کیا۔ یہ دوسری مثال ہے۔ پہلے طالوت کے مقابل اور شخص تھا۔ جالوت وصفی نام والا داؤد کے مقابلہ نہیں اور پہلی مثال میں بتایا۔ کہ تعداد کے لحاظ سے دشمن زیادہ ہو۔ تو بھی مومنوں کو پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ دوسری مثال میں یہ دکھایا۔ کہ دشمن شخصی طور پر قوی ہو تو بھی پروا نہ کرو۔ ان دونوں واقعوں کے مختلف ہونے کے خود قرآن مجید میں بھی دلائل ہیں۔ طالوت پہلے بادشاہ تھا۔ اور داؤد اپنے بادشاہ کو مار کر پھر بادشاہ ہوا۔ طالوت کے ساتھ لشکر اور داؤد کا ذکر ہے۔ کہ خود اس نے قتل کیا ٭

تیسرا پارہ

رکوع - ١

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ۔ اس سے یہ مطلب نہیں نکالنا چاہیئے۔ کہ بعض ایسے بھی ہیں۔ جن سے بالکل کلام نہیں ہوا۔ یہاں مراد شرعی کلام ہے۔ بعض نبیوں کو شریعت نہیں دی جاتی

انہیں اعزازی خطاب رفع درجہ کرکے دیا جاتا ہے۔ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ خدا نے ارادہ فرمایا کہ وہ جبر نہیں کرے گا۔ بلکہ انسانوں کو چھوڑ دیا ہے۔ خواہ وہ حق قبول کریں یا نہ کریں ٭

رکوع ٢

لَا بَيْعٌ فِيْهِ۔ نبی آکر بیعت کا اعلان کرتا ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اس دن سے ڈرو۔ جب کوئی بیع نہ ہوگی۔ اب موقعہ ہے۔ کہ مال و جان دینے سے قیمت ملتی ہے۔

خلت۔ ایسی محبت جو رگ و ریشہ میں گھس جائے۔ ایسا تعلق صرف اللّٰہ اور اس کے رسول کے لیئے جائز ہے۔ فرمایا اب خلیل بنا لو۔ پھر موقعہ نہ آئیگا۔ اسی طرح رسول آج شفیع بنتا ہے۔ اسے بنا لو اس روز بغیر تعلق سابقہ کوئی شفیع نہ بنیگا۔

اَلْقَيُّوْمُ۔ ایسا قائم جس کی ابتدا نہ ہو ہمیشہ سے قائم چلا آوے۔ قائم بالذات ہو۔ کسی سہارے کا محتاج نہ ہو۔ (ب) اَلْحَيُّ۔ کے معنے اسی پر قیاس کر لو۔ یہ دونو باتیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ثبوت ہیں۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ بظاہر سِنَةٌ نوم کے بعد آنا چاہیئے۔ کیونکہ اونگھ بھی جسے نہ آئے۔ اسے نیند کب آنے لگی ہے۔ مگر اس میں حکمت ہے۔ کہ اونگھ سخت نیند کی علامت ہے۔ پس معنے یہ ہوئے۔ کہ نہ تو اسے نیند آتی ہے۔ جس سے انسان بیتاب ہو کر اونگھنے لگتا ہے نہ معمولی نیند۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ اللّٰہ تعالےٰ جب کسی پر رحم چاہے گا۔ تو اپنے نبیوں کی عزت و وجاہت قائم رکھنے کے لئے ان کو اذن دیگا۔ کہ تم سفارش کرو۔ ہم معاف کر دیتے ہیں۔

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ جو کر چکے اور جو آئندہ کرینگے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ۔ کرسی یعنی علم۔ علماء کو کراسی کہتے ہیں۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ جب حکمت یہ ہے اور خدا تعالےٰ ایسی صفتوں والا ہے۔ جس کے ماننے میں یہ یہ فوائد ہیں۔ تو پھر دین میں اکراہ کیسا؟

الْعُرْوَةِ۔ جس پر مصیبت میں امداد کا بھروسہ ہو سکے۔ (ب) الْوُثْقٰى۔ جس پر وثوق و اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور جو دار و مدار بن سکتا ہے۔

رکوع ٣

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ بادشاہت کا شکریہ نہ کیا۔ از راہ استکبار خدا کے نبی سے لڑنے لگا۔

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ۔ جو معنے عام طور پر کیئے جاتے ہیں۔ اس سے تو ابراہیم کو نعوذ باللّٰہ مبہوت بنایا جاتا ہے۔ اگر ظاہری مُردوں کا زندہ کرانا مراد تھا۔ تو وہ کافر اسی وقت ایک مُردے کو پیش کر کے کہہ سکتا تھا۔ کہ اسے زندہ کر دو۔ اسی طرح وہ کہہ دیتا۔ کہ اچھا تم اپنے خدا کے ذریعہ مغرب سے دن نکال دو۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کا منشا سمجھتا تھا۔

پس یحی و یمیت سے مراد ہے۔ قوموں کا احیاء اور اماتت۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔ خدا میری اُمّت کو بڑھائیگا۔ اور

دشمنوں کو گھٹائیگا۔ اس نے کہا۔ یہ میرے بس کی بات ہے۔ میں جس قوم کو چاہوں۔ تباہ کردوں اور جسے چاہوں۔ ترقی دلادوں کیونکہ بادشاہ میں ان کے عقیدے کے مطابق خدا کا حلول ہوتا تھا۔ اور وہ قوم سورج کی پرستش کرتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔ میرا عقیدہ تو تم جانتے ہو۔ مگر تم اپنا عقیدہ چھوڑ بیٹھے۔ اگر آبادی ویرانی تمہارے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ تو پھر سورج کے ساتھ نہ رہی اور یہ اس قوم کے مذہب کے خلاف بات تھی۔ اور اگر سورج کے ساتھ رکھتی ہے۔ تو پھر تمہارا اپنا انا احیی و امیت کہنا غلط ہو گیا۔

دونوں صورتوں میں اس پر زد تھی۔ اس لئے چپ رہ گیا۔ فات بھا من المغرب یعنے سب اختیار جب تمہارے قبضہ میں آگئے۔ تو پھر سورج کی پرستش کیسی اسے روک کر اپنے قبضہ میں کرلو۔ ابراہیمؑ کو وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی کہتے تھے۔ کہ سورج وغیرہ سب رب کے قبضے میں ہیں۔ وہی اسے مشرق سے لاتا ہے۔

اَنّٰی یحی ھٰذہ اللہ۔ ھٰذہٖ سے ظاہر ہے۔ کہ یہاں بستی کے زندہ کرنے کا سوال ہے۔ فاحیینا بہ بلدۃ میتا سے عیاں ہے۔ کہ بستی کس طرح زندہ ہوا کرتی ہے۔

فاماتہ اللہ کشف میں انسان اپنے آپ کو مردہ دیکھ لیتا ہے۔ بل لبثت۔ یعنی یہ صحیح ہے۔ بعض یوم اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے۔ کہ تم سو سال ایک لحاظ سے رہے۔ جیسے فرمایا۔ بل انتم قوم مسرفون۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی مراد نہیں۔ کہ خدا نے جو پہلے بات کہی۔ وہ غلط تھی۔

فانظر الی طعامک یہ دلیل دی ہے کہ یوم بعض یوم درست ہے۔ مائۃ عام سے اس کی تردید نہ سمجھ لے۔

کیف نحی۔ یہ بھی دعا و سوال کا ایک طریق ہے کہ الٰہی میری قوم کو زندہ کرکے دکھا۔ انہیں ترقی دلا۔

ولکن لیطمئن قلبی یعنی یہ تو صحیح ہے۔ کہ نبیوں کی قومیں ترقی پاتی ہیں

لیکن خاص مجھ سے بھی وعدہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے بجائے لفظی جواب کے تصویری زبان میں نظارہ دکھا کر سمجھایا۔ لکل باب منھم جزء مقسوم سے ظاہر ہے کہ جزء سے مراد قیمہ نہیں ہوسکتا۔ ایک کا جزء ٹکڑا ہوگا۔ مگر جماعت کا جزو اس کا فرد (ج) چار پرندوں کی وجہ یہ تھی۔ کہ چار دفعہ کی ترقی ان کی نسل سے مخصوص تھی۔ حضرت موسےٰؑ۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم۔ پھر نبی کریمؐ۔ مسیح موعودؑ۔

۲۹ جون ۱۹۱۷ء

رکوع ۴

قول معروف ومغفرۃ۔ کوئی بات ہی اچھی کہدے۔ یا تجویز عمدہ بتادے۔ کسی کا گناہ معاف کردیا۔ یا اپنے جوش کو دبالیا۔

واللہ غنی۔ مسکینوں فقیروں کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ اللہ کی رضا کے لئے۔ پس ان پر احسان جتانے اور انہیں ایذا دینے کے کیا معنی؟ جس کے نام پر دیا جاتا ہے وہ تو غنی ہے۔ اور اس کی دانائی و حکمت نے چاہا۔ کہ اس طریق پر تمہیں ثواب دے۔

لاتبطلوا۔ ہلاک و تباہ نہ کرو۔ ان کے نتائج ضائع نہ کردو۔ (ب) الاذیٰ احسان جتا کر پھر خدمت لے۔

کالذی ینفق مالہ۔ من واذیٰ والا صدقہ بعد میں باطل کرتا ہے۔ مگر ریا والے کا صدقہ تو ساتھ ہی باطل ہوجاتا ہے۔

ولایؤمن باللہ۔ یہ شرط اس لئے لگائی۔ کہ بعض اوقات مومن رئاء الناس جو کام کرے۔ وہ موجب ثواب ہوتا ہے مثلاً باین نیت کہ دوسروں کو ترغیب ہو۔ پس رئاء الناس اس حال میں ہوا ہے۔ کہ اللہ پر ایمان نہ ہو۔ اس سے اجر مقصود نہیں بلکہ محض لوگوں کو خوش کرنا۔

احسان وہی ہوتا ہے۔ جسے خدا پر ایمان نہ ہو۔ اگر وہ اس نعمت کو خدا کی دی ہوئی سمجھے۔ اور اسی سے اجر کی امید رکھے تو لوگوں کو سُنا کر واہ واہ کا ملتجی ہو۔ اسی طرح اگر اسے یقین ہو۔ کہ یوم الآخر سے اجر ملے گا۔ تو وہ کیوں اسی مسکین سے خدمت لیکر اپنا اجر پورا کرنا چاہے ۔

رکوع ۵

لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ ۔ ایسی چیز جس میں کوئی نفع نہ ہو۔ نہ دینے والے کے کام کی ہو۔ نہ لینے والے کے کام کی ہو۔ کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ دینے والے کے کام کی نہ ہو۔ اور لینے والے کے کام کی ہو۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ ۔ سچے اور جھوٹے مذہب میں یہ فرق ہے۔ کہ جھوٹے میں دنیا مقدم رکھی جاتی ہے۔ اور سچے میں دین ۔ جیسے کہ اس آیت میں سمجھایا۔ کوئی ردّی چیز اسی لئے دیتا ہے۔ کہ اچھی چیز دینے سے فقر ہوجائیگا دنیا میں کمی ہوگی۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اچھی چیز دوگے۔ تو بہتر سے بہتر پاؤگے۔ جتنا عمدہ بیج ہو۔ ویسی ہی اچھی فصل ہوتی ہے۔ یہ بڑی حکمت کی بات ہے۔ جو بتائی۔

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ ۔ ایک حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ نذر سے بغیر شرط والا صدقہ بہتر ہے۔ کیونکہ نذر میں ایک قسم کا بخل پایا جاتا ہے۔

فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۔ یہ سب سے بہتر ہے۔

خَیْرٍ ۔ جہاں خیر ہو۔ وہاں اس کے اجر دینے کی خبر پر زیادہ زور ہوتا ہے۔

فَلِاَنْفُسِکُمْ ۔ یہ خیرات اسلئے تمہاری اپنی جان کی بھلائی ہے۔ کہ خدا نے تمہیں ثواب دلانے کے لئے ایسی جماعت رکھی ہے ۔ دوم جو کچھ دوگے وہ تمہیں بڑھا کر دیا جائیگا ۔ جیسا بینک میں روپیہ جمع کرا دیتے ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ ۔ یہ اسلوب کلام امر کے لئے ہے۔ اور زیادہ موثر پیرائے ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ ۔ یہ صدقات جو ہیں۔ ان فقراء سے مخصوص ہیں۔ یا (اِجْعَلُوْا) بناؤ یہ صدقات فقرا کے لئے۔

اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ ایسے لوگوں کا خرچ دوسرے ادا کریں۔ جو اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ تحصیل معاش کے لئے وقت نہیں دے سکتے۔

(ب) یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں۔ خدا کی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے لوگوں نے کسب معاش سے روکدیا۔ کئی احمدی ہیں۔ جنکے روزگار مخالفوں نے بند کرا دئے۔ (ج) لُولے۔ لنگڑے۔ اندھے جو اور کام نہیں کر سکتے اور حکومت یا جماعت کے امیر نے نہیں دینی کام میں لگا دیا ہے۔ اس صورت میں ان کے خرچ کی ذمہ واری ہو۔

مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ ناجائز ذرائع سے اور چالاکی سے مال نہیں کماتے۔ (ب) حلال تو ہو۔ مگر اس کے مناسب حال نہ ہو وہ رُک جائے۔

رکوع ۶

سِرًّا ۔ خیرات پوشیدہ تاکہ تکبر و ریا پیدا نہ ہو۔ اور لینے والے کو شرمندگی نہ ہو۔ زکوٰۃ جو امیر کی معرفت تقسیم ہوتی ہے۔ وہ بھی دراصل سرّ ہے۔ کہ اصل دینے والے کا علم نہیں۔ (ب) بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے۔ کہ دُکھ سُکھ دونوں حالتوں میں دے۔

یتخبطه الشیطٰن ۔ گرادیتا ہے شیطان اسکو جنون سے۔ (ب) سود خواروں کو روپیہ کی وصولی کا ایک خبط ہوجاتا ہے۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ ۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ بیع و ربٰوا کی صورت یکساں ہے۔ صرف خدا کے فرمان سے ایک چیز حرام ہوگئی۔ بلکہ یہ جتایا ہے۔ کہ خدا نے جو ربٰوا کو حرام کیا ہے۔ تو بغیر وجہ نہیں کیا۔ پس ربٰوا میں سخت قباحت ہے۔ جبھی حرام ہے ایک بینک کا دیوالہ نکلے تو کل بینک بل جاتے ہیں۔ مگر ایک تجارت کی کوٹھی کا دیوالہ نکلے تو دوسری دوکانوں کا حرج نہیں ✤

رکوع ۷

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ اس سے بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں۔ کہ وہ دین جائز ہی نہیں۔ جس میں مدت مقرر نہ ہو۔ مدت مقرر کرنے سے بہت سے جھگڑے گھٹ جاتے ہیں۔ نہ قرضخواہ پہلے مانگے۔ نہ مقروض ۔ پھر حیلہ حجت کرے۔

فَاکْتُبُوْهُ ۔ یہ دوسری شرط ہے۔ کہ تحریر میں لے آئیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوتی۔ تو مسلمانوں میں جھگڑے نہ پڑتے۔

کَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ۔ یعنے جتنا ہنر ہو۔ اس کے مطابق کوشش کر کے لکھے ۔ (ب) خدا نے اس پر فضل کیا۔ تو یہ بھی لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

سفیها ۔ مندر

فَتُذَکِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی ۔ چونکہ بھولنے والا بعض اوقات یہ نہیں مانتا۔ کہ میں بھولا ہوں۔ بلکہ دوسرے کو بھولا ہوا کہتا ہے۔

اس لئے تعین ہونے والے کی نہیں کی۔ فرمایا ایک دوسرے کو یاد کرا کے اصل معاملہ ظاہر کردیں

لا تکتبوھا۔ لکھو تو گناہ نہیں۔ لکھنے سے کئی جھگڑے مٹ جاتے ہیں۔ کمی بیشی چوری کا الزام نہیں رہتا۔

ولا یضار کاتب۔ اجرت نہ دی جائے مثلاً وہ اپنے کام پر ہو۔ اور آپ اسے وقت کریں۔ کہ ہمیں لکھکر دو۔

وان کنتم علی سفر۔ یہ شرط لازم نہیں۔ بلکہ ایک مجبوری کا علاج بتایا۔

رکوع ۸

او تخفوہ۔ مسلم میں ہے صحابہ رسول اللہ کے حضور حاضر ہوئے۔ کہ یہ تو بڑی مشکل ہوئی اگر دل کے خیالات کی گرفت ہونے لگی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ سمعنا وعصینا نہ کہو۔ بلکہ اطعنا کہو۔ اس سے اس آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے صرف تادیب کی کہ تم نے ایسا ظن خدا پر کیوں کیا کیوں یہ نہ کہا۔ کہ ہم اس کا مطلب نہیں سمجھے یہاں وسوسہ مراد ہی نہیں۔ کیونکہ اس کا ظاہر نہ کرنا بھی ایک ایمان ہے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ کہ اس پر مواخذہ نہیں۔ بلکہ لا تکتموا الشھادۃ کے متعلق فرمایا۔ کہ تم ایک بات جانتے ہو۔ اور عدالت مجاز کے پوچھنے پر نہیں بتاتے تو یہ گناہ ہے۔ اور خدا اس چھپانے پر مواخذہ کرے گا۔ پھر کچھ باتیں ہوتی ہی دل کے متعلق ہیں۔ وسوسہ نہیں ہوتیں بلکہ عقاید تو ان کے متعلق جیسا ثواب ملتا ہے۔ مواخذہ بھی ہوگا۔

تزکیہ سے عقاید درست ہوں۔ اعمال درست ہوں۔ اٰمن الرسول الایۃ میں خلاصہ بیان فرمایا۔

لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا جو کام امت محمدیہ کے سپرد ہوا۔ وہ اسکی قابلیت کے مطابق ہے۔ یہ کام پہلی امتیں نہیں کرسکتی تھیں۔

ان نسینا۔ بعض نسیان ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان پر مواخذہ ہوتا ہے مثلاً بوجہ غلبہ خیالات نفسی بھول گیا۔ یاکوئی تاویل خواہش نفسانی سے کرتا ہے

(ب) اصراً ایسا عہد جس کے توڑنے سے سزا ملے۔

(ج) ولا تحمل علینا یہ معنی نہیں۔ کہ جتنا بوجھ ان پر رکھا تھا۔ اتنا نہ رکھو۔ کیونکہ قرآن مجید میں کتب علیکم الصیام کما کتب اور اس قسم کے کئی احکام آتے ہیں۔ مطلب دعا ہے۔ کہ ہم کو عہد نباہنے کی توفیق دیجئیو۔ ایسی صورت نہ ہو۔ کہ عہد کو توڑ ڈالیں۔

لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ خدا ایسے احکام دیتا ہے۔ جن پر انسان عملدرآمد نہ کرسکیں۔ بلکہ یہ کہ ان احکام کی تعمیل نہ کرنے پر ایسی سزا نہ دیجئیو۔ جو تباہی کا موجب ہو۔ اور برداشت نہ ہو سکے۔ اسی لئے ساتھ واعف عنا فرمایا۔

(ب) واغفر لنا۔ نہ صرف معاف ہو۔ بلکہ نتائج لازمہ بھی رک جائیں

(سورۂ بقر ختم ہوئی)

۳۰ جون سنہ ۱۹۱۷ء

سورہ اٰل عمران

ان اللّٰہ لا یخفی۔ مسیحؑ کا قول قیامت کی گھڑی کی نسبت قابل غور ہے۔

(ب) یصورکم فی الارحام میں بھی الوہیت مسیح کا رد ہے۔

ابتغاء تاویلہ۔ چونکہ ابتغاء الفتنہ آچکا ہے۔ اس لئے ابتغاء تاویلہ میں۔ تاویل کے معنے حقیقت سے پھیر دینے کے ہونگے۔

عیسائی اگر محکم آیات کو بطور اصل قرار دیں۔ تو متشابہات کی بنا پر انسان کو خدا نہ بنائیں۔ جن الفاظ سے عیسائیوں نے دھوکہ کھایا۔ وہی الفاظ بلکہ ان سے بڑھکر حضرت صاحب پر وحی نازل ہوئے۔ تا یہ دکھایا جائے۔ کہ ان الفاظ کی وجہ سے کسی کو خدا کا بیٹا ان معنوں میں نہیں بنا سکتے جن معنوں میں عیسائی بناتے ہیں متشابہ

کے معنے قرآن نے یہ کئے ہیں۔ کہ وہ کلام جو ذو معانی ہو۔ اس کے دو تین محل ہو سکیں محکم وہ ہے۔ جو ایسی نہ ہو۔ بلکہ قطعی طور پر فیصلہ کن ہو۔ پس جب ایک جگہ کھول کر بیان کردیا۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور اس کی صفات کاملہ میں کوئی شریک نہیں۔ تو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے وہ معنے لینگے۔ جو اس کے مخالف نہ ہوں۔ احیاء موتی خلق طیور کے وہ معنے کرینگے۔ جو محکم آیات وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ کے خلاف نہ ہوں محکمات سے مراد اصل احکام اور متشابہات سے ان کے فروعات بھی آسکتے ہیں۔

مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ۔ بعض پیشگوئیوں کے الفاظ ذو معانی ہوتے ہیں۔ اور اصل حقیقت جن میں اس پیشگوئی کا ظہور ہونا ہوتا ہے۔ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اس وقت راسخون فی العلم کہتے ہیں۔ ہم اللہ کے کلام پر ایمان لائے۔ جو اس کے نزدیک منشاء ہے۔ ظاہر ہو جائیگا۔ اور اگر احکام کی نسبت ہو۔ تو پھر اس آیت کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس کا مطلب اللہ اور راسخون فی العلم جانتے ہیں ❖

رکوع ۱۰

دأب۔ عادت۔ حالت۔ جد و جہد

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ (۱) دیکھتے تھے۔ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دگنا (۲) یا ان مسلمانوں سے دوگنا (۳) دیکھتے تھے۔ مسلمان کافروں کو اپنے سے دگنا۔ (۴) یا کافروں سے دگنا۔ ان چار معنوں میں وہ معنے صحیح ہیں۔ جن کی تائید سورہ انفال سے ہوتی ہے۔ یعنے وہ تگنے تھے۔ مگر مسلمانوں کو کافر دگنے نظر آئے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ ملائکہ کی شہادت یہ ہے کہ انہی لوگوں پر ان کا نزول اور تعلق ہوتا ہے۔ جو توحید کے قائل ہیں۔

فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ۔ یعنے بحث کے بعد جو کچھ بھی ثابت ہو۔ کہ خدا کی طرف سے ہے۔ ہم مان لینگے۔ بعض لوگ ضد میں یہ کہ دیتے ہیں۔ کہ جو ہم کہتے ہیں۔ بس اس کے خلاف چاہے کچھ ہو۔ خود خدا آکر کہے۔ یا اس کا رسول۔

ہم نہیں مانیں گے۔

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ اگر یہ لوگ اس اصول کو صدق دل سے تسلیم کرلیں کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ثابت ہو۔ مان لینگے تو خدا ان کو ہدایت دے دیتا ہے۔

رکوع ۱۱

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ۔ اَلنَّبِيّٖنَ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ النبیین سے مراد محمد رسول اللہ ہیں۔ جو اسوقت موجود تھے۔ جامع جمیع کمالات انبیاء ہونے کی وجہ سے ایسا فرمایا نیز اس لئے کہ ایک نبی کا انکار کل نبیوں کے انکار کا مستلزم ہے۔

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔ اور کتابیں قرآن مجید کے مقابلہ میں ایک حصہ ہیں۔ اس میں اشارہ کیا۔

مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ بعض انسان پہلے افترا کرتا ہے۔ پھر وہی بات اس کے دل میں بطور یقین بیٹھ جاتی ہے۔

تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ مردہ قوموں سے زندہ قومیں نکل آتی ہیں۔ آج جو کسی کے شاگرد ہیں۔ کل استاد نظر آتے ہیں۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ جن دشمنوں کو تباہ کرکے تمہیں ان کا جانشین بنانا ہے۔ ان کو اپنا انصار بنانا کیسا۔ اسی لئے دین کے کام میں مدد ان سے مانگنا جائز نہیں۔

اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً۔ دوستی نہ کرو۔ مگر یہ کرو۔ کہ ان سے اپنی حفاظت رکھو پوری طرح۔ اگر اس سے مراد تقیہ شیعہ والا ہے۔ تو يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ کے کیا معنے ہوئے۔ جو تقیہ کرتا ہے۔ وہ تو کفار سے ڈرتا ہے۔ بجائے خدا سے ڈرنے کے۔ پھر اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ سے بتایا۔ کہ ان کا خوف دل میں بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ چہ جائیکہ اپنے عمل سے ظاہر کرو۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ میں بتایا کہ یہ تو ہلاک ہونے والے ہیں۔ پس تم ان سے کیوں ڈرو۔

اَمَدًا بَعِيْدًا۔ لمبا زمانہ یا لمبا فاصلہ۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ۔ یعنی يحذركم سے یہ وہم نہ ہو۔ کہ اللہ کوئی ڈراونی چیز ہے۔ اس سے صرف یہ مراد ہے۔ کہ اس کے غضب کو نہ بھڑکاؤ

رکوع ۱۲

امرءت عمران - عمران کے قبیلہ میں سے ایک عورت -

واللہ اعلم بما وضعت - خود اسی امراۃ عمران نے کہا - کہ اللہ بھی خوب جانتا ہے - کہ جو اس بندی نے جنا - پھر کہا - کہ جو کام مرد نے کرنا تھا - وہ یہ لڑکی کیا کرے گی - اظہار حسرت کیا ہے - عورتیں خود بخود ایسی گفتگو کر لیتی ہیں رب، خدا کا قول بھی ہو سکتا ہے - خدا نے فرمایا - خدا خوب جانتا ہے - کہ کس حکمت کے ماتحت اس نے لڑکی دی اور جو مد نظر اس بی بی کے ذہن میں تھا - وہ اس لڑکی کے برابر نہیں تھا -

وذریتھا - اس بی بی نے خیال کیا - کہ یہ لڑکی دین کی خدمت کے لئے نہ لی جائیگی کیونکہ عام رواج تھا - اسلئے اس کی اولاد کے لئے بھی دعا کی - مگر آخر بزرگوں نے فیصلہ کیا - کہ لڑکی محرر کر دی جائے -

المحراب - کمرہ میں جو اعلےٰ جگہ بیٹھنے کی ہو عبادت گاہ -

قالت ھو من عند اللہ - ہمارے سب بچے یہی کہتے ہیں - جب کوئی چیز پاتے ہیں - کہ اللہ نے دی ہے - یہ اعلےٰ تربیت کی طرف اشارہ ہے - ایسا پاک کلام سنکر زکریا علیہ السلام کو جوش آیا کہ میرا بھی ایسا بچہ ہوتا - جو ایسے نیک خیال رکھتا - اس لئے دُعا کی -

مصدقاً بکلمۃ من اللہ - جو کہ مسیح کی تصدیق کریگا -

حصوراً - بدیوں سے رُکنے والا -

نبیاً من الصٰلحین - صالحین میں سے ہوتا ہے - نبی بن جائیگا -

رب انّٰی یکون لی غلام - انّٰی دعا کا طریق ہے - اور اللہ کے احسان کا اظہار - کہ ان حالات میں بچہ ہوگا - اگر یہ ہو نہیں سکتا تھا - ان کے نزدیک تو پہلے دعا ہی کیوں کی تھی - قد بلغنی الکبر - اس لئے کہا - کہ بشارت غلام کی تھی - یعنے میں اسے کھیلنے والا یا نوجوان دیکھ لونگا -

رب اجعل لی اٰیۃ - اے میرے رب میرے لئے کوئی حکم دیجئے - کوئی عبادت مقرر کیجئے - تاکہ اس احسان کے معاوضہ میں

شکریہ ادا کر سکوں -

بالعشی - ابکار سے اسے پہلے فرمایا - حالانکہ بعد ہے - اس کی وجہ یہ ہے - کہ تسبیح کا تعلق عشی سے ہے - کیونکہ تسبیح کے معنے ہیں خدا کو نقصوں سے پاک جاننا - اور زوال کے وقت اس کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے ٭

یکم جولائی ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۳

اصطفٰک علیٰ نساء العٰلمین - یہ اصطفٰک ترقی کے لئے آیا ہے - پہلے اصطفٰک سے بتایا کہ ہم نے برگزیدہ کیا - اور پاک کیا - پھر دوسری عورتوں پر برگزیدہ کیا - یہ نسبتی فضیلت بتائی پہلی فضیلت میں دوسری عورتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں -

اقنتی - نام و نمود ترک کرکے گر جانا -

لدیھم - پس عیسےٰ خدا کس طرح ہو سکتا ہے - جو بطن میں تھا - اور جس کی وہ خود تربیت کرتی تھی -

ذالک من انباء الغیب - سورہ قصص میں خدا نے یہ بات حل کی ہے - کہ ماکنت لدیھم کے کیا معنے ہیں - بتایا ہے - کہ جس وقت تیری صداقت کے ثبوتوں کی بنیاد رکھی گئی تھی - تو وہاں نہیں تھا - کہ یہ سامان خود کر لیتا - حضرت مریم کے ہاں بے باپ کے بچہ دیا - اور وقت میں ٹھیرایا - کہ اب سلسلہ نبوۃ بنی اسرائیل سے منقطع کر کے بنی اسمٰعیل میں لاؤنگا -

اذ قالت الملٰئکۃ - انجیل میں صرف جبریل ہے - اصل بات یہ ہے - کہ جبریل کے ساتھ اور تائیدی فرشتے بہت ہوتے ہیں -

بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم - نام تو عیسےٰ (یسوع ہے) مگر اس کے ساتھ مسیح اور ابن مریم بھی فرمایا - پس الہام میں حضرت مسیح موعود کو غلام احمد کہنا یہ نہیں بتاتا - کہ آپ کا اصل نام احمد نہ تھا - اسی طرح حضرت عیسےٰ نے مسیح ہونے کا دعویٰ تین سال بعد کیا - پس جو کہتے ہیں - حضرت صاحب اگر نبی تھے - تو پہلے کیوں محدث کہلاتے رہے غلط ہے - (ب) کلمہ کے معنی رسالت وحی یعنے اپنی خاص وحی سے خبر دیتا ہے - (ج) کلمہ کے معنے خدا اپنے ایک نشان کی خبر دیتا ہے - اور انبیاء کو آیات قرآن مجید میں کہا گیا ہے -

(ن) تدبیر یعنے یہود کو تنبیہ کرنے کے لئے مسیح کو تدبیر کے طور پر اختیار کیا۔ (کا) عذاب یعنی عذاب جو قطع سلسلہ نبوت بہ سلسلہ بنی اسرائیل کے لئے نازل ہوا۔ (و) بشارت۔

وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ بعض لوگ مقرب ملائکہ سے خاص سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عینا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ آیا ہے۔ اولٰئک هم المقربون بھی آتا ہے۔

فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ اس میں بتایا۔ کہ بچپن اور بڑھاپے میں وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ تھے۔ اور نیک باتیں کرتے۔ یہ نہیں کہ پہلا یا پچھلا زمانہ جھوٹ میں گذرا ہو۔ فِى الْمَهْدِ کہنے میں مریم کی بریت بھی ہے۔ اگر مریم بُرے خیال کی ہوتیں۔ تو بچہ جو انہی کی زیر تربیت تھا۔ ایسی نیک باتیں کیسے کہتا۔

كَذٰلِكِ اللّٰهُ۔ كَذٰلِكِ کم یَمْسَسْنِی کی نسبت نہیں۔ بلکہ اپنی کلام کی نسبت فرمایا کہ تم تو انی یکون کہتی ہو۔ مگر اسی طرح ہوگا۔ جیسے مینے کہا۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ۔ کتابت۔ (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کتاب و حکمت جس کی تشریح میں تورات و انجیل فرمایا۔

اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ۔ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ نے رد کر دیا ہے۔ ان لوگوں کا جو چمگادڑ وغیرہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سمجھتے ہیں۔ پس یہاں خلق کے اور معنے لینے پڑینگے۔ (عیسائی بھی اس خلق کو جو موسوی کہتے ہیں۔ اپنی کتابوں میں نہیں پاتے۔

خلق کے معنے تجویز کرنا پس معنی یہہ ہوئے۔ کہ جو طینی صفات (فرمانبردار) انسان ہیں۔ جن میں مادہ پرواز ہے۔ استعداد ترقی ہے۔ میں کلام الٰہی سنا کر انہیں بلند پرواز انسان بنا دیتا ہوں۔ حضرت صاحب نے کشف میں دیکھا۔ مینے نیا آسمان نئی زمین بنائی۔ یہ تغیر خاصہ نبوت ہے۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ۔ اکمہ و ابرص کی نسبت یہود قطعی تعلق کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو ساتھ ملا دیا۔ (ب) اچھا کرتا ہوں۔ اندھا نے والے کو (مادر زاد اندھا کوئی بیماری تو نہیں) اور برص والے

کو امت محمدیہ میں کئی ایسے ہیں۔ جنھوں نے دعا سے ایسے مریضوں کو اچھا کیا (ج) زندہ کرتا ہوں میں مردوں کو جس قسم کا زندہ کرنا بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ وہ تو خدا سے خاص ہے۔ مردوں سے مراد بے ایمانوں کو ایمان کی زندگی دینا قرآن مجید میں میت کافر کے لئے آیا ہے۔

یہ کام سب انبیاء کرتے ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ پر اعتراض تھے۔ اس لئے ان کے لئے خصوصیت سے ذکر کیا۔ دوم باب یسعیاہ میں پیشگوئی ہے۔ کہ وہ تمثیلوں میں کلام کرے گا۔ پس قرآن نے لفظ تو وہی رکھے۔ اور معنوں کی تشریح کر دی کہ ان سے خدائی کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہہ متشابہات ہے۔ ان کے معنے محکمات سے کرو۔ (د) وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ یہ تو آداب مجلس کے بھی خلاف ہے کسی سے کہنا۔ کہ تم دال کھا کے آئے ہو۔ یا چاول پس اس آیت کے کچھ اور معنے چاہئیں جو یہ ہیں۔ کہ میں آگاہ کرتا ہوں۔ تمہیں ان چیزوں سے جو تم کھاؤ۔ یعنے حلت و حرمت کے احکام کیونکہ توریت کے احکام میں بہت گڑبڑ علماء نے کر دی تھی۔ اسلئے وہی تورات کے احکام صحیح بیان کئے۔

تدخرون بھی اسی کے متعلق ہے۔

حرم علیکم۔ جو لوگوں نے حرام کر لئے تھے۔ یا تورات کے علاوہ حرام کئے گئے تھے یہود اس کے بھی قائل تھے۔ کہ ملاکی نبی کے بعد نبی نہیں۔ گویا نبوت حرام کر دی۔ مگر عیسیٰ نے کہا۔ میں نبی ہو کر آیا۔ تمہارے حرام کو حلال کرتا ہوں۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔ نبی پہلے صرف عام دعوت کرتا ہے۔ اور ایک جماعت ساتھ ملاتا ہے۔ پھر اس کے بعد بیعت کا اعلان کرتا ہے۔ حضرت صاحب نے پہلے براہین لکھی۔ اکثر ساتھ ہوئے۔ پھر اعلان بیعت کیا۔ اسی طرح جب نبیوں کی جماعت کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور ان پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے۔ تو پھر وہ اپنی جماعت کو الگ کر لیتے ہیں۔ (فلما احس عیسیٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ الاٰیۃ)۔ حضرت صاحب نے بھی ایسا ہی کیا ❋

رکوع ۱۴

انی متوفیك جب یہود نے صلیب پر دیکر مارنے کا قصد کیا - اور یہ تجویز کی - کہ ملعون ثابت کریں - تو فرمایا - میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا - پھر تو انبیاء کی طرح مرفوع فی الدنیا والآخرہ ہوگا (نہ کہ ملعون) اور کافروں کے اعتراضوں سے تیری بریت کرونگا - چار وعدے اللہ نے فرمائے - جس ترتیب سے آئے ہیں اسی ترتیب سے پوری بھی ہوئے - اگر رافعك کو اپنی جگہ سے اٹھائیں - تو ساری آیت کے معنے بگڑ جائینگے - کیونکہ پھر متوفیك کہاں رکھینگے کیونکہ مطہرك کا وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے - اور جاعل الذین اتبعوك بھی - تو اس کے بعد الی یوم القیمة کے بعد متوفیك رکھنا پڑیگا -

الذکر الحکیم - الذکر قرآن کریم کا نام دوسری جگہ آیا ہے - حکیم اس لئے کہ حکمت سے پر ہے - اور فیصلہ کرتا ہے -

کمثل آدم - آدم سے آدمی ہے - یعنی وہ بھی آدمیوں سے ایک آدمی ہے - البشر مثلکم آدمی مٹی سے پیدا کئے جاتے - اور خدا کے حکم سے روح ڈالی جاتی ہے -

فمن حاجك یہ دلیل ہے اس بات کی کہ فلا تکن من الممترین - نبی کریم صلعم کیلئے نہیں - کیونکہ حضور تو یقین کے اس مرتبہ پر ہیں کہ انہیں مباہلہ کے لئے دعوت دینے کو فرمایا -

۳ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۵

قل تعالوا الی کلمة - اس سے بعض سمجھتے ہیں - کہ انہیں صلح کے لئے بلایا ہے کچھ ان کی مانی - کچھ اپنی منوائی - یہ غلط ہے - کیونکہ جن کو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا - ان سے صلح کیسی صلح تو اسی پر موقوف ہے - کہ جن عقاید کی بنا پر ان سے جھگڑا ہے - اسے چھوڑ دیں - قرآن کریم نے صریح طور پر ان کے عقاید کو مشرکانہ قرار دیا ہے - پھر اگر اس کے یہ معنے ہیں - کہ عیسائی عیسائی رہ کر امر مشترک میں مسلمانوں سے مل جائیں - اور ملکر کام کریں - تو پھر ہرقل عظیم الروم کو سیدنا محمد رسول صلعم نے خط میں یہ کیوں لکھا - ادعوك بدعایة الاسلام - قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمة سواء بیننا

وبینکم

پس صحیح معنے اس آیت کے یہ ہیں - کہ تم اصولاً تو خدا کو ایک تسلیم کرتے ہو - لیکن تفصیلات میں اور اعمال میں اس کے خلاف ہو جاتے ہو - اس لئے ضروری کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ اصول مسلمہ کے مطابق کرو - اور بات وہی مانیں - جو خدا سے ثابت ہو - کیونکہ اسی کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے - اس کے سوا رہبان واحبار کی طرف سے جو کہا جائے - وہ قابل تسلیم نہیں -

حاججتم فیما لکم بہ علم - آگے تمہاری قوم علم کی بنا پر بحث کرتی رہی ہے - اگر آج اپنی مشہور روایات کے خلاف کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو -

واللہ یعلم وانتم لا تعلمون - ایک طرف تو کہتے ہو - کہ یہودی مذہب وہ ہے - جو حضرت موسےٰ لائے - اور عیسائی مذہب عہد جدید ہے - اس سے پہلے نہ تھا - اور ادھر ابراہیم کو یہودی یا عیسائی بناتے ہو - یہ کہ کر ابراہیم بھی کفارہ پر ایمان لاتا تھا - وغیر ذالک *

. . . .

رکوع ۱۶

ان یؤتی احد - ھدی اللہ کہا ہے یہ کہہ دیا جائے - کوئی شخص وہی جو تم دئے گئے یعنی وحی والہام پس اسے مان لینا چاہیئے (ا) اور اگر کہیں نہیں مانتے - تو پھر کوئی الٰہی دلیل پیش کرو - کہ اس کی رو سے بحث ہو جائے (ب) تحقیق ہدایت وہ ہے - جو اللہ کی طرف سے آئے -

(ج) نہ مانو - اگر کوئی کہے - کہ مجھے دیا گیا ہے جو تم دئے گئے یعنے کسی کے الہام کا دعویٰ جب تک وہ تم سے نہ ہو - ورنہ وہ تم سے بحث کر کے غالب آئیگا - قل ان الھدیٰ ھدی اللہ بطور جملہ معترضہ ہے - کہ تبع دینکم - تو غلط ہے - کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے آئے - وہی ہدایت ہے - پس تبع دینکم کی شرط کیسی ؟

لیس علینا فی الامیین سبیل - یعنی امیوں کی حق تلفی کا کوئی گناہ نہیں - اب تو بعض عیسائی اسلام اہل کتاب کا مال کھا جاتے ہیں - گناہ نہیں مانتے -

ربانیین - رب کے ساتھ تعلق رکھنے

والا۔ مصلح ۔منتظم ۔ امیر ۔ امیر بنو جو فساد ڈالنے
کے واسطے نہیں ۔ مذہب بگاڑنے کیواسطے
نہیں ۔ بلکہ کتب سکہانے اور دین کا صحیح علم
دینے کے لئے ۔

رکوع ۱۷

مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ ۔ اللہ نے لیا وہ عہد
لوگوں سے جو نبیوں کی معرفت لیتا آیا ہے ۔
(وہ عہد جو انبیاء لیتے آئے ہیں)
مصدقاً لما معکم ۔ یہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ۔
لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ ۔ ماننے
کے لحاظ سے فرق نہیں کرتے ۔
کیف یھدی اللہ قوما ۔ جو وجہ النہار
ایمان لائے ۔ اور آخر پر منکر ہو گئے ۔
واصلحوا ۔ نہ صرف اس رویّہ سے باز
آئیں ۔ بلکہ لوگوں میں بھی وہ نیکی پھیلائی
(ب) اور توبہ ان کی قبول نہ ہوگی ۔ جو
کفر کو چھوڑتے نہیں ۔ اور زبان سے توبہ
توبہ کرتے ہیں ۔ دراں حالیکہ وہ کفر میں
بڑھتے جاتے ہیں ۔

چوتھا پارہ

رکوع ۱

کُلُّ الطَّعَامِ ۔ کھانے میں سب کا سب ۔
انہوں نے اعتراض کیا تھا ۔ کہ نبیوں کے
اتباع کا دعوٰے اور سب کا سب گوشت
کھاتے ہو ۔ جیسا کہ بعض نبیوں نے نہیں
کھایا ۔ فرمایا ۔ کہ گوشت سب کا سب ہی
حلال تھا ۔ وہ حصہ بنی اسرائیل نے اپنے
نفس کے لئے کسی وجہ سے ترک کر دیا ۔
بنی اسرائیل نے غلطی سے اسے حرام سمجھ
لیا ۔ اسرائیل کا واقعہ توریت سے پہلے کا
ہے ۔ اسوقت اگر حرام بھی ہو ۔ تو بھی ہم پر
الزام نہیں ۔ کیونکہ اس کے بعد توریت
میں حرام نہیں ۔ اس قسم کے تغیرات ہوتے
رہتے ہیں ۔ ہم نے تو خدا کا حکم دیکھنا ہے
اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ۔ اگر سب سے
پہلے جس کا اتباع کرتا ہے ۔ تو پھر کعبہ سب سے
قدیم ہے ۔ اور معبد ہے ۔ پھر تم بیت المقدس

کو کیوں قبلہ بنا لیا ۔ اگر کہو خدا نے حکم
سے تو اسی طرح حلت و حرمت کا مسئلہ ہے ۔
اس نے نس کو حلال کیا ۔ تو حلال مان لیا
گو اس سے پہلے حرام سمجھی جاتی ہو ۔
تبغونھا عوجاً ۔ جو ایمان لاتے
ہیں ۔ انہیں تم رستہ سے پھیرنا چاہتے ہو

رکوع ۲

(رھا ۔ اَھۡلُہَا)
وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ ۔ حبل اللہ
کے ذریعے اپنی جانوں کو بچاؤ ۔ رسے یا
تو بلند جگہ پر چڑھنے کے لئے پھینکے جاتے
ہیں ۔ یا طغیانی سے گنفے کے لئے ایسی
طوفان ضلالت سے بچانے کے رسول اللہ
حبل ہے ۔ اور اوپر چڑھانے کے لئے
قرآن کریم بھیجا ہے ۔ حبل اللہ سے مراد
ہر ایسا انتظام جس سے خدا تفرقہ سے
بچاتا ہے ۔ پس خلفاء بھی حبل اللہ ہیں
(ب) جمیعاً ۔ اس لئے فرمایا ۔ کہ
بعض لوگ کہتے ہیں ۔ کلام اللہ کو مان
لیا ۔ رسول کی کیا ضرورت ؟ یا رسول
کی بیعت کر لی ۔ اب خلفاء کی بیعت کیا

ضرورت ؟ یہ نئے داخل ہونے والوں کے
لئے ہے ۔ فرمایا ۔ کوئی استثنا نہیں ۔
سب حبل اللہ کو پکڑو ۔
یَدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ ۔ الخیر سے مراد
اسلام ہے ۔ جو اسلام لائے ۔ ان کو امر
بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں ۔ فرمایا
تم آگ کے گڑھے پر تھے ۔ خدا نے تمہیں
بچایا ۔ اب تم دوسرے لوگوں کو آگ سے
بچانے کی کوشش کرو ۔ آپس میں لڑائی
اس وقت شروع ہوتی ہے ۔ جب بیرونی
دشمن سے جنگ نہ رہے ۔ اس لئے بھی
دعوت الی الخیر کا کام جوش سے کیا جائے ۔

رکوع ۳

خیر امۃ ۔ سب سے اچھی اُمت یا امتوں
میں سے اچھی اُمت ۔
وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ۔ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ
کے بعد تومنون باللہ میں یہ بتایا ہے ۔
کہ صرف لوگوں ہی کو نیکی کی طرف نہ بلائیں
بلکہ خود بھی اس پر یقین رکھتے ہوں ۔ وعظ
بے عمل نہ ہوں ۔
حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ ۔ دوسرے لوگوں کا

مذہب قبول کر کے بچ سکیں گے۔ یہودی عیسائی ہوجائیں۔ تو پھر عزت ہوجاتی ہے۔

بطانة۔ اہل الرجل وخاصة

لایالونکم۔ نہیں کمی کرتے فساد کرنے میں نہیں چھوڑتے۔

محیط۔ جب بالکل تباہ کردینا ہو۔ تو احاطہ کرلیتے ہیں۔

۴ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۴

من فورھم۔ بغیر ٹھہرنے کے یعنے اگر معمولی حالت میں آئیں۔ تو یہ تین ہزار ملائکہ اور اگر وہ بغیر مہلت دئے ٹوٹ پڑے۔ تو خدا کی مدد ۵ ہزار تک بڑھ جائے گی۔

مسومین۔ عبادت کرتے ہوئے۔

لیس لک من الامر شیٔ۔ لیقطع طرفاً وعدہ وغیرہ خدا سے ہے۔ کام خدا کرے گا تیرا اپنا اس میں کوئی دخل نہیں۔ او بمعنی الا ان خدا نے انہیں کاٹ دینے یا ذلیل کردینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ (الا) یتوب علیہم خدا ان کی توبہ قبول کرلے۔ یا عذاب میں مبتلا کردے۔

رکوع ۵

واتقوا النار۔ ڈرو اس لڑائی سے جس میں سودخوار قومیں شامل ہونگی۔ پیشگوئی ہے۔

عرضھا۔ قیمت اس کی ثمن چاندی سونے پر بولا جاتا ہے۔ چیز کے مقابلہ چیز ہو۔ تو عرض بولینگے۔ تم تو اس دھوکہ میں ہو۔ کہ بغیر سود کے کام نہیں چلتا۔ تجارت نہیں ہوتی۔ مگر یہ غلط ہے۔ آخر مومن وہ کچھ پانے والا ہے۔ کہ زمین وآسمان کا سب مال و زر اس کے مقابل ہیچ

والعافین عن الناس۔ غصہ پی کر پھر اسے دل سے نکال دیتے ہیں۔ یاد بھی نہیں رکھتے۔ بلکہ بجائے سزا کے احسان کرتے ہیں۔

سنن۔ شریعتیں۔ مذاہب۔

فسیروا فی الارض۔ مسلمانوں نے آرکیالوجی کے علم کو چھوڑا۔ تو مخالفین کے اعتراضوں کے نشانے بن گئے۔

فقد مس القوم قرح مثلہ دوسرے مقام پر ترجون من اللہ مالا یرجون فرماکر بحث بڑھائی۔

ولیمحص۔ جب انسان کے لئے آئے تو اس کے معنے ہوتے ہیں اس کی محنت کا بدلہ اسے دینا۔ اس کی حالت کو ظاہر کرنا۔

تمنون الموت۔ اسباب الموت جنگ ہم نے جنگ مقرر نہیں کی تھی۔ اور تم نے اپنے اخلاص کے جوش میں چاہی۔ اور اب تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پس ہمت دکھاؤ۔

رکوع ۶

او قتل۔ یہاں تو یہ فرمایا۔ کہ اگر قتل ہوجائے۔ یہ رسول۔ تو کیا تم مرتد ہوجاؤ گے دوسرے مقام پر فرمایا۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ اس کی تطبیق کیونکر ہو۔

ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ رسول کریمؐ کے شہید ہوجانے سے اگر کوئی اسلام چھوڑے۔ تو چھوڑے۔ مگر ان کے موجودہ جھوٹے مذہب تو سچے نہیں ہوجائینگے۔ شرک تو بہرحال شرک اور برا ہی رہیگا۔ پس اگر بالفرض ایسا ہو بھی ہوجائے۔ تو اس سے خود ان کے مذاہب باطلہ سچے نہیں ہوجائیں گے۔

کہ ان میں لوٹ کر پھر داخل ہونا جائز ہو۔ (۲) کسی نبی کا قتل نہ ہونا ان کی صداقت کے ان دلائل سے نہیں۔ کہ جن کے نہ پایا جانے کی صورت میں صداقت ثابت ہی نہ ہوسکے۔ بلکہ یہ ایک زائد دلیل ہے۔ جو بطور انعام ہے پس جب اور بیسیوں دلائل موجود ہیں۔ تو ایک دلیل میں قدح ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ رسول جھوٹا ہے۔ کیونکہ اور تمام دلائل جن سے دیگر انبیاء کی نبوت ثابت کی جاتی ہے۔ اس میں موجود ہیں۔ پھر لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا والی آیت جس وقت پیش کی گئی۔ اس سے پہلے ابتداء دعوے سے جس قدر مدت گذری ہے۔ وہی صداقت کے لئے کافی ہے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ ۱۳ سال کیونکہ آیت مکی ہے۔ ۲۳ سال تک زندہ رہنے والا مدعی وحی نبوت ضرور سچا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے مقابل میں ہم آخری مدت پیش کرتے ہیں۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ دلیل صداقت لو تقول میں یہ نہیں۔ کہ سچے نبی کو ضرور ۲۳ سال زندہ رہنا چاہیئے۔ اس طرح کئی جھوٹے ثابت

ہونگے۔ بلکہ یہ فرمایا۔ کہ ۱۳ سال تک بعد از
دعویٰ نبوت کامیابی کیساتھ زندہ رہنے والا ضرور
سچا ہے۔ پس جب ۱۳ سال گذر گئے۔ تو اس کے
بعد قتل ہو جانے سے بھی اَوْ قُتِلَ اور لَقَطَعْنَا
مِنْهُ الْوَتِيْنَ میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔

رکوع ۷

مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا دنیا سے مال
غنیمت مراد نہیں۔ بلکہ یہ کہ بعض ان میں سے
جنہیں یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم غزوہ میں شامل ہونے
والوں سے سمجھے جائینگے۔ فرمایا یہ بھی ایک
دنیوی خیال ہے۔ تم کو حکم کی تعمیل کرنی ہے
اور بس۔

تُصْعِدُوْنَ۔ دور نکل جانا۔ بھاگے چلے
جاتے تھے۔

لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا۔ حزن وہ ہوتا ہے۔ جو
کسی نقصان کے بعد ہو۔ غم تو فوری مصیبت سے
ہوا پھر بشارت عفو سے حزن سے بچ گئے۔

(ب) لِيَبْتَلِيَكُمْ کا حال فَاَثَابَكُمْ غَمًّا
بِغَمٍّ میں بتایا۔ اور لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ کی وجہ
لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا بتادی۔

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ۔ نصرت نہیں ملی۔

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ۔ جنہیں حکم دیا گیا ہے
کہ قتل کرو۔ وہ ضرور لڑائی کے مقام پر حاضر
ہو جاتے۔ خواہ تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے۔
تمہاری طرح بیٹھ کر باتیں نہ بناتے۔

لِيَبْتَلِيَ۔ یہ لڑائی تو ہے ہی اسی لئے
کہ تمہاری خفیہ باتوں کو ظاہر کر دے۔ اور
تمہاری قلبی حالت کو کھول دے۔

حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ مومنوں کو ہدایت
فرماتا ہے۔ کہ تم منافقوں کے داؤ میں نہ آنا
بلکہ کہنا کہ ہم میں سے بعض نے رتبہ شہادت
پایا۔ تو ہم بھی تیار ہیں۔ تب منافقوں کیلئے
ان کا قول موجب حسرت ہوگا۔ اور وہ جلینگے۔

رکوع ۸

فَاِذَا عَزَمْتَ۔ مشورہ کی غرض یہ ہے
کہ مختلف باتیں معلوم ہو جائیں۔ پھر جو بات
انہیں سے مفید معلوم ہو۔ اس پر توکل علی اللہ
عمل کرو۔

اَنْ يَّغُلَّ۔ منافق کہتے ہیں۔ کہ یونہی
دھوکے دئے جا رہے ہیں۔ بڑے بڑے
انعام دکھا کر جنگوں میں لیجانے کیلئے۔ فرمایا
یہ نبی کی شان نہیں۔

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔ پہلے فرما چکا ہے۔
قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اور دوسرے
مقام پر یہ بھی آیا ہے۔ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
اور مِنْ نَّفْسِكَ بھی۔ یہ اختلاف نہیں۔
نتائج اعمال خدا کی طرف سے ہیں۔ اور
اعمال انسان سے بس آخری اعتبار سے نیکی
اور بدی انسان کیطرف سے ہے۔ اور چونکہ خدا
نے سامان نیکی کیلئے دئے ہیں۔ اسلئے نیکی خدا
کیطرف سے ہے۔ اور بدی انسان سے کیونکہ
اس نے ان سامانوں کو خود نیکی میں استعمال
نہ کیا۔ اور نتائج اعمال کے لحاظ سے دونوں
چیزیں خدا کی طرف منسوب ہونگی۔

نَعْلَمُ قِتَالًا۔ اگر لڑنا جانتے (ب) اگر
ہمیں معلوم ہوتا۔ کہ وہاں ضرور لڑائی ہوگی (ج)
اگر ہمارے نزدیک ثابت ہو جاتا۔ کہ یہ فی الواقعہ
جنگ ہے۔ خواہ مخواہ اپنے آپکو ہلاک کروانا نہیں ہے

رکوع ۹

اَلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا۔ یہ مراد نہیں
کہ ان میں سے بعض محسن و متقی نہ تھے۔ بلکہ یہ
شرط خدا اسلئے فرماتا ہے۔ تا ظاہر ہو۔ کہ یہی
بات اول شرط اور موجب انعام ہے۔

ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ۔ دراصل تو وہ مومنوں
کو ڈرانا چاہتا ہے۔ مگر جان نکلی جا رہی ہے
منافقوں کی۔

اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ۔ ہم جتنی ڈھیل دیتے ہیں۔
اس کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے۔ کہ یہ گناہ میں بڑھ
رہے ہیں۔

لِيُطْلِعَكُمْ۔ دوسرے مقام پر فَلَا يُظْهِرُ
آیا ہے۔ مَنْ رَّسُوْلٍ میں مِنْ بیانیہ ہے۔
چونکہ غیب صرف اللہ جانتا ہے۔ پس جو غیب
پر طلوع تام پاتے ہیں۔ وہ ضرور اس کے
مقرب ہیں۔ ان پر ایمان ضروری ہوا۔ اسلئے
حکم دیا۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پر۔

۴ جولائی ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۰

لَقَدْ سَمِعَ۔ بطور تنبیہ فرمایا۔ جیسے مؤدب
و راستباز اپنے شاگردوں سے کہتا ہے میں
سن رہا ہوں۔

سَنَكْتُبُ۔ محفوظ رکھینگے۔ اس کا نتیجہ
انہیں بھگتنا پڑے گا۔

لَيْسَ بِظَلَّامٍ۔ یہ مراد نہیں کہ ظلام نہیں

ظالم ہے۔ بلکہ بتایا۔ کہ عذاب الحریق بڑی
سزا ہے۔ اگر خدا بے وجہ کرے۔ تو بڑا ظالم
ہے۔ مگر وہ نہیں۔

بقربان تاکلہ النار۔ اس کا ذکر یوحنا باب
آیت ۱۳ میں ہے۔ یہودیوں میں حکم تھا۔ کہ قربانی
ذبح کر کے جلا دی جائے۔ وہ کہنے لگے۔ چونکہ
نبی کریمؐ ایسا نہیں کرتے۔ اسلئے وہ نبی نہیں۔
بعض لوگوں نے کہا ہے۔ کہ وہ آسمان سے
آگ آتی تھی۔ مگر اخبار میں دیکھ لو۔ وہ خود آگ
جلاتے تھے۔

الزبر۔ (۱) دلائل (۲) جس میں خوشخبریاں
اور انذار ہوں۔ (۳) احکام روشن۔ حضرت
مسیح موعودؑ دلائل لائے۔ بشارات بھی دی
گئیں۔ اور احکام بھی۔ جیسے قطعی حرام ہے
کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھو۔
سوال۔ حضرت داودؑ کیا حکم لائے تھے؟
جواب۔ کیا یہ نیا حکم نہ تھا۔ کہ مجھے نبی و
خلیفہ مانو۔

لتبلون فی اموالکم۔ امتحان کے کئی فوائد
ہیں۔ (۱) خود اپنے نقص معلوم ہو جاتے ہیں۔
بعض لوگ اپنے آپ کو بڑا مخلص سمجھتے ہیں۔
جب مصیبت پڑے۔ تو ان کے اخلاص کی
حقیقت نہ صرف غیروں کو بلکہ خود انہیں بھی
معلوم ہو جاتی ہے (۲) محض کسی پر خاص فضل
دیکھ کر تعجب اور شکایت کرتے ہیں۔ کہ ہم میں
کیا کمی ہے۔ امتحان سے معلوم ہو جاتا ہے
کہ اس صاحب فضل میں کیا خصوصیت تھی۔
اور شاکی میں کیا کمی۔

عزم الامور۔ معمولی کام نہیں۔ بلکہ اس
کیلئے ضروری ہے۔ کہ ارادہ اور عہد کرے۔
تب جا کر ایسا ہو سکتا ہے۔

ان یحمد وا بما لم یفعلوا۔ ماننا چاہیئے
تھا۔ نہ مانا۔ تو اب لوگ تعریف کریں۔ کہ بڑے
مستقل مزاج ہیں۔

بمفازۃ۔ نجات ہلاکت بھی معنے ہوتے
ہیں۔ مگر یہاں نہیں۔

رکوع ۱۱

اخزیتہ۔ دور کر دینا۔ غضب نازل
کرنا۔ لوگوں کی نظر میں ذلیل کر دینا۔

توفنا مع الابرار۔ وفات دے ہم کو
ابرار میں شامل کر کے۔ یہاں سے اُولٰئک
مع الذین انعم اللہ کے مع کے معنے حل

ہوتے ہیں۔

اٰتنا ما وعدتنا۔ ہمیں اس قابل بنا دے
کہ ان وعدوں کے مستحق ہوں۔ دوسری شق جو نکلتی
تھی۔ اس کی تردید۔ انک لا تخلف المیعاد۔
میں کر دی۔ یعنے اس غرض کا یہ منشا نہیں۔ کہ
آپ وعدے نہیں پورے کرتے۔ آپ تو کبھی خلاف
نہیں کرتے۔

لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر
او انثٰی۔ یورپ کے لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ عورتوں کی
اسلام میں کوئی پوزیشن نہیں۔ یہ غلط ہے۔ بعضکم
من بعض۔ نے اور بھی کھول دیا۔ اور جواب ہے۔ اس
اعتراض کا کہ اسلام میں عورتوں میں روح ہی
نہیں پائی جاتی۔

ثوابا۔ بدلہ دینا اور وہ چیزیں جو بدلہ میں دیجائیں
نزلا۔ مہمان کے لئے جو کچھ تیار کیا جائے۔
(۲) باوجود ہمیشہ رہنے کے ان سے ہر روز ایسا
سلوک ہوگا۔ کہ وہ مہمان ہے۔ جس کے لئے
اہتمام ہوتا ہے۔ (ب) ثواب (۲) آپ نے دلانے
ہونگے اللہ سے۔

اصبروا۔ تم گھبرانا نہیں۔ یقین رکھنا۔ کہ
تم کامیاب ہو گے۔ انا عند ظن عبدی بی۔

(۲) جو رستے میں تمہارے روکیں آئیں۔ از
قسم خوف ان سے نہ ڈرنا۔ (۳) ذرائع کامیابی
استعمال کرنے میں سُستی نہ ہونا۔

صابروا۔ آپس میں مقابلہ صبر کا کرنا ایک
دوسرے کی غلطیوں پر چشم پوشی۔ (ب) ایک
دوسرے سے صبر میں بڑھنے کی کوشش کرو۔

رابطوا۔ اندرونی حالات درست کر کے پھر
دشمن کی سرحدوں پر اپنی تیاری رکھو۔ تبلیغ کے
لئے سب سامان مہیا رہے۔ نہ صرف ڈیفنس
کے لئے۔ بلکہ حملہ کے لئے بھی۔ نمازوں میں
مزاولت و مزاودت۔

سورۃ النساء

رکوع ۱۲

من نفس واحدۃ۔ ایک ہی باپ کی طرف منسوب
ہوگا۔ اسی واسطے الولد للفراش وللعاہر الحجر کا
فتویٰ ہے۔ (۲) ہر قبیلہ کا ایک آدم ہوتا ہے۔

خلق منہا زوجہا۔ اسی کی قسم سے جنس
والارحام۔ قرابت خدا تعالیٰ کی نافرمانی
اور قرابت شکنی سے بچو۔

الا تقسطوا فی الیتٰمٰی۔ یتامیٰ کے حق میں

اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ان کو اپنے ہی قبضہ میں رکھ لیں۔ اللہ فرماتا ہے۔ کہ یتامیٰ کے بارے میں احتیاط کرو۔ انصاف کر سکتے ہو تب نکاح میں لاؤ۔ ورنہ کیا ضرورت ہے۔ اتنی ذمہ داری اور یتامیٰ کو دکھ دینے کی اور عورتوں سے جو پسند ہو۔ ان سے نکاح کرو۔

فَوَاحِدَۃً۔ دو تین چار نہ ہو سکیں۔ تو پھر ایک کرو۔

اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ یہ کہ تم ظلم نہ کرو۔ یعنے یتامیٰ سے اسی صورت میں شادی ہو۔ کہ تمہیں یقین ہو کہ اس کے حقوق کی حفاظت ہوگی۔ ورنہ دوسری عورتوں سے کرو اس طرح تم ظلم سے بچ جاؤ گے۔ اگر ہم خرچ نہیں دے سکتے۔ تو ایک عورت اچھی بات ہے۔

عام مسلمانوں کا عمل اس کے خلاف ہے خصوصاً ایک سے زیادہ بی بی عورتیں برداشتی ہیں اس کی وجہ یہ کہ مرفعل نے اچھا نمونہ نہیں دکھایا۔ یہ تو اسلام کی ترقی کا بڑا ذریعہ تھا ایک بڑی قربانی تھی۔ عیش و عشرت نہیں۔

ھَنِیْٓئًا۔ لذیذ۔ مرد کو تو خواہ مخواہ خرچ دینا پڑتا ہے۔ عورت جب کوئی چیز مرد کو دیتی ہے۔ تو وہ کسی جذبۂ محبت و اخلاص ہی سے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بابرکت بناتا ہے۔ (ب) لونڈی وہ عورتیں بنائی جاتی ہیں۔ جو شامل جنگ ہوں۔ ان سے حسن سلوک یہی ہے۔ کہ انہیں بیوی بنالیا جائے۔

السُّفَهَآءَ۔ جو مال کو اچھی طرح صرف نہ کر سکے۔ یا مسرف ہو۔

اَمْوَالَکُمْ۔ کُمْ کہہ کر یہ بتایا۔ کہ ہر فرد کے مال کے نفع اور نقصان کا اثر قوم پر پڑتا ہے۔ اس لئے وہ دراصل تمہارا ہی مال ہے

وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی۔ یتامیٰ کی آزمائش کرتے رہو۔ یہ کہ چشم پوشی نہ کرتے رہو۔ کہ اس کا دل دُکھے گا۔ دوسرے مقام پر لَا تَقْهَرْ فرمایا۔ کہ زیادہ پیار یا غضب کر کے ان کی قوتیں دبا نہ دو۔

رکوع ۱۳

فَوْقَ اثْنَتَیْنِ۔ رسول اللہؐ نے دو کے لئے ⅔ فرمایا۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْنَ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ رسول اللہؐ نے دین کو مقدم رکھا۔ کیونکہ

کسی کا حق ہے۔ قرآن میں اس لئے مقدم ہے۔ کہ وصیت میں کسی کا حق نہیں ہوتا۔ کسی سے مطالبہ نہیں ہوتا۔ اس کی طرف توجہ دلانے کے لئے۔

رکوع ۱۴

یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ۔ زنا کے علاوہ مراد ہے۔ مثلاً عورتوں سے لڑتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا۔ یا کوئی اور ایسے حالات بہم پہنچ جائیں۔

وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا۔ دو مرد ایسا ہی فساد کریں۔ زنا وغیرہ نہیں۔

مِنْ قَرِیْبٍ۔ موت سے پہلے پہلے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

۵ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

پانچواں پارہ

رکوع ۲

وَاللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ۔ پہلے یَتُوْبَ عَلَیْکُمْ میں علت ارادہ بتائی تھی۔ اب کفار کے ارادہ سے مقابلہ کر کے دکھایا ہے اسلئے تکرار نہیں۔

اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ۔ عیسائی تو شریعت کو لعنت کہتے ہیں۔ مگر قرآن مجید بتاتا ہے۔ کہ شریعت ایک ہدایت نامہ ہے۔ اور قواعد کا ضابطہ ہے۔ جس پر چلکر سب کام آسان ہوتے ہیں مشکل اور دکھ تو اس کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ جبکہ انسان کا سب بوجھ اس کے سر پر ہو۔ اس کو بتانے والا کوئی نہ ہو۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ انسان کمزور ہے۔ اس کے لئے اسکے مقصد کی تکمیل میں معاونوں کی ضرورت ہے۔ اور احکام شریعت بمنزلہ سہارے کے ہیں۔ جن پر تکیہ کر کے وہ قوت پاتا ہے۔

(ب) انسان بوجہ کمزور ہونے کے خدا کی رضامندی کی راہیں اپنی کوشش سے معلوم نہیں کر سکتا۔ اس لئے خدا نے اپنے فضل سے خود رضامندی کی راہیں بتلا دی ہیں۔

بِالْبَاطِلِ۔ ذرائع جنہیں اللہ نے شریعت

بس ناجائز قرار دیا ہے۔ (ب) اِلَّا استثنا منقطع۔
کُمْ۔ اس لئے فرمایا۔ کہ جب فرد مال میں
دھوکہ کرے۔ تو اس کا اثر قوم پر پڑتا ہے۔
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ خودکشی اور
دوسرے کو قتل کرنا کہ وہ بھی قومی نقصان ہے
اور اس کا اثر تمہاری جانوں پر پڑتا ہے۔
عُدْوَانًا وَّظُلْمًا۔ یہ شرط اس لئے ہے
کہ قتل سزا کے طور پر حاکم کی طرف سے ہونگے۔
وہ جائز ہے۔ اسی طرح جلاد جو حکم حاکم کے
ماتحت ایسا کرے۔
كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ۔ کبیر کسی چیز کا اس
کا انتہائی درجہ۔ بس ہر گناہ ابتدا میں صغیرہ۔
انتہا میں کبیرہ ہے۔ گناہ سوز فطرت کے حصول
کا طریق بتایا۔ کہ محض خدا کے لئے کبیرہ سے
بچ جائے۔
لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ۔ یہ تمنا نہ کرو
کہ فلاں کے پاس جو چیز ہے۔ وہی مجھ کو مل جائے۔
یہ تو حسد ہے۔ ہاں اس کی جناب سے مانگو۔
وہ اس سے بڑھکر بھی دے سکتا ہے۔ (ب)
ہمت کم نہ کرو۔ کہ کسی کو دیکھ کر یہی سمجھ لو۔
کہ بس یہی کمال ہے۔ بلکہ اس سے بڑھکر
کی تمنا کرو۔
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ۔ مِمَّا
تَرَكَ پر ختم کرکے الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ کا
تعلق آگے بھی مفسرین نے ملایا ہے۔

رکوع ۳

قَوّٰمُوْنَ۔ نگران۔ محافظ۔
فَالصّٰلِحٰتُ۔ ایک انسان کو خیال آسکتا
ہے۔ کہ میں کیوں دوسرے کے تابع بنوں۔
اس لئے فرمایا۔ تا اشارہ ہو۔ کہ نیک اور
فرمانبردار۔ بندیاں تو ہماری بات مان لینگی۔
وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا۔ طلاق
دینے سے پہلے حَكَمًا مقرر کرنا ضروری
معلوم ہوتا ہے۔
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (۱) بی بی۔ (۲)
شریک تجارت و ملازمت و درس۔
لِلْكٰفِرِيْنَ۔ اس حکم کے نافرمان۔

رکوع ۴

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ۔ ہم مرجائیں۔
اور یہ نہ سنیں۔ جس سے یہ ندامت ہو
رہی ہے۔
سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ سے

واضح کردیا۔ کہ نیند کے غلبہ اور اونگھ پر اس کا
اطلاق مجازاً ہو سکتا ہے۔
(۲) ایسے غضب میں آجانا۔ کہ ہوش اڑ
جائے۔
کیونکہ یہ حالت تذلل کے منافی ہے۔ نیز ممکن
ہے۔ اپنے لئے یا دوستوں کے لئے بددعا
کرنے لگ جائے۔
اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ۔ اس کا حکم آگے بیان ہوگا
(تیمم کرے)
صَعِيْدًا۔ سطح زمین۔ تراب۔
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً۔ بوجہ دوری یا کسی اور وجہ سے
مرض کی وجہ سے استعمال مضر ہے۔ قیمت نہیں دے سکتا
عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ جس مقصد و مفہوم کے ادا کرنے
کے لئے وہ بات کہی گئی تھی۔ اس کو بدل کر بیان کرتے
ہیں۔
غَيْرَ مُسْمَعٍ۔ دو معنے ہو سکتے ہیں۔ نیکی کی خبر
نہ سنے۔ تیری کوئی نہ مانے۔ سُن وہ بات جو قابل
برداشت نہ ہو۔ بدی کی خبر نہ سُنے۔
فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ محاورہ ہے۔ کہ فلاں
میری بات تھوڑی ہی مانتا ہے۔ یعنی نہیں مانتا۔
وُجُوْهًا۔ سردار۔ رؤسا۔ امرا و کبرا۔
كَمَا لَعَنَّآ۔ نقال بنگئے۔ دوسروں کے قبضہ میں
فَتِيْلًا۔ وہ میل جو لوگ ہاتھوں سے مل کر نکالتے
ہیں۔ گٹھلی کا پردہ۔

رکوع ۵

الْجِبْتِ۔ بت۔ جھوٹے لوگ۔ فریب کی
باتیں۔ اللہ کے سوا جو بھی پوجا جائے۔ جس میں خیر
نہ ہو۔ بدفالیاں نکالنے والے۔
الطَّاغُوْتِ۔ حد سے بڑھے ہوئے۔ گمراہی۔
شیطان۔ معبودان باطلہ۔
فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ۔ یعنی مسلمانوں پر
فضل ہوا۔ تو بھی تمہارے گھر سے تو نہیں نکلا۔
پھر بھی تمہارے گھر ہی میں نبوت رہی۔
(ب) پہلے آل اسحٰق کو مل رہا تھا۔ اب آل
اسمٰعیل کو بھی ملنے لگا۔ پس آل ابراہیم پر کلی طور سے
تو اب ہی انعام ہوا۔
بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا۔ انسان ایک طرز کا عادی ہو
کر پھر دکھ محسوس نہیں کرتا۔ پس لِيَذُوْقُوا
الْعَذَابَ کے لئے ان کی جلدیں بدلتے رہینگے۔
ظِلًّا ظَلِيْلًا۔ جس غرض کے لئے سایہ ہوتا
ہے۔ اس کو پورا کرنے والا گرمی نہ ہو۔
وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ عاقبت و مآل کے لحاظ سے (ب)

اور کے پاس لے جانے سے۔ خدا اور رسول کی طرف پھیرنا اچھا ہے۔

اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ سے مراد تم میں سے (مسلمان) مراد نہیں۔ کیونکہ یہ یہود کا طریق بتایا ہے کہ لَیْسَ لَنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ کہتے ہیں بلکہ یہ کہ جو تم پر صاحب حکومت ہو۔ یہ نہیں۔ کہ کسی دوسری گورنمنٹ کا ہو۔ مثلاً امیر کابل اولی الامر ہے۔ مگر ہمارا نہیں۔ (۲) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ الگ بات۔ پس یہ مراد نہ ہوگی کہ جب اولی الامر سے تنازع ہو۔ تو کیا کرو۔ بلکہ یہ کہ عام اطاعت تو صاحب حکومت کی ہے۔ اور اپنے دینی تنازع خدا اور رسول کے مطابق طے کرو۔ اس پر قرینہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ہے۔ یا یہ کہ اگر حاکم غیر مسلم ہے۔ اور تم کو معلوم ہے۔ کہ اس کا فیصلہ رواج کے مطابق ہوگا۔ تو تم ایسے مسائل میں جن کی بابت حکومت سے اعتراض نہیں ہوتا۔ قرآن و حدیث یا مسلم حکم کی طرف رجوع کرو۔ (۴) اگر اولی الامر سے تنازع ہو جائے۔ تو پھر تم وہی کرو۔ جو اللہ و رسولؐ کا فیصلہ ہے یعنی اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔ حق تلفی ہے۔ تو خدا اجر دیگا۔

فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ کچھ کہو نہیں بلکہ اعتذار کے قبول سے اعراض کرو۔ (ب) قَوْلًا بَلِیْغًا خوب ڈانٹو۔

رکوع ۶

اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ منافق دوسروں کے پاس جاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا۔ کہ رسول جس امت کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ اس کا فرض ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت کرے۔

وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ نہ یوں کہ دل مان لے اور زبان سے شکایت کرتا پھرے۔ نہ یوں کہ دل نہ مانے اور زبان سے کہے اچھا۔

اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو جنگ میں قتل کرو۔

مَعَ الَّذِیْنَ (۱) مع کے معنے لغت میں من کے ہیں (ب) اگر معیت کے معنے لیں۔ تو ماننا پڑیگا کہ صالحین و شہدا کی جماعت میں بھی داخل نہ ہونگے۔

٦ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۷

لَیُبَطِّئَنَّ۔ تاخیر کرتے ہیں۔ ہٹاتے ہیں۔

فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ۔ فی سبیل اللہ اور دنیاوی باتوں میں لڑنے والوں کا فرق معلوم ہو گیا۔ دنیا کے لئے جو لڑے۔ تو اسے بادشاہ سے صرف غالب رہنے کی صورت میں فائدہ ہوگا۔ وہ بھی اللہ کے فضل سے ممکن ہے۔ اعضاء بیکار ہونے سے یا کسی دوسری وجہ سے متمتع نہ ہو سکے۔ مگر خدا کی راہ میں لڑنے والا مقتول بھی ہو۔ تو اس کا انعام اس کے ساتھ جائیگا۔ (ب) دوم ثابت ہے۔ کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے مدنظر دو چیزیں چاہئیں۔ یا فتح یا قتل۔ بھاگنا یا صلح کی از خود درخواست کی اجازت نہیں۔ یہی راز ہے۔ مسلمانوں کی فتحیابی کا۔ جس کے استقلال و استقامت کی دھاک بیٹھ جائے۔ پس وہی کامیاب۔ مسلمان ہٹنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے اسی لئے ان کے سامنے ساٹھ ساٹھ گنے لشکر ہزیمت کھا جاتے۔

وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اکیلے اکیلے احمدیوں کی متفرق مقامات میں یہی حالت ہے۔ پس احمدیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ احمدیت کو اپنی تبلیغوں سے پھیلائیں۔ تاکہ ان کے بھائیوں کو تقویت ہو۔

رکوع ۸

اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً۔ خدا کا خوف تو صرف بدی میں ہوتا ہے۔ یہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں۔ کہ ان کے رعب سے نیکی بھی چھوڑے جا رہے ہیں۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا۔ منافقوں سے خطاب ہے جنگ میں مرنا تو یقینی نہیں۔ مگر تم سمجھے۔ کہ ہمیں موت کے منہ دھکیلا جاتا ہے۔ اس لئے اب ہمیں سزا کے طور پر ہر جگہ موت کا شکار بنایا جاتا ہے۔

اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ نبیوں کی اکثر پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں اختلاف نظر آتا ہے۔ نجومیوں وغیرہ کی پیشگوئیاں کچھ سچی اور اکثر جھوٹی ہوتی ہیں یہاں فرمایا۔ کہ تمہیں اکثر باتیں پوری ہوتی جاتی ہیں افلا یتدبرون القرآن نے بتا دیا۔ کہ دشمنوں کی تباہی کے متعلق جو بات ہو رہی تھی۔ اسی کے متعلق فرمایا۔

اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ۔ بعض اوقات امن کی خبر شائع کرنے میں بھی حرج ہوتا ہے ان ہدایات کی قدر آجکل جنگ کے زمانہ میں ہوتی

ہے۔

لَعَلِمَہُ۔ حقیقت سے واقف و آگاہ ہو جاتے۔ (ب) استنبط الشی اظہرہ بعد خفاء۔ پوشیدگی کے بعد ظاہر کر دینا۔ (۲) اس میں سے استخراج مطالب کر لینا۔

اَشَدُّ بَأْسًا۔ عذاب (ب) اس صورت میں بمعنے عقوبت۔ خوف۔ قوۃ۔

مُقِیْتًا۔ قوت دینے والا۔ شاہد و نگران۔ مقتدر۔ حافظ۔ حسیب۔

اِذَا حُیِّیْتُمْ۔ پہلی آیات سے ربط غور طلب ہے۔ قتال میں بعض لوگ سلام وغیرہ کہتے ملتے ہیں۔ فرمایا۔ برابر کا بلکہ بڑھ کر جواب دیا جائے۔ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول اللہؐ یہود و نصاریٰ کو جواب دیا کرتے تھے۔ ہاں جب انہوں نے شرارتیں شروع کیں۔ السلام علیکم کہ کر تو صرف علیکم کہنے کا حکم دیا۔ یہ بد دعا نہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ مجھ پر موت ہے۔ تو تم پر بھی تو موت ہے (ب) ایک دوسرے کی اعانت کا جنگ میں حکم دیا۔ کہ بڑھ بڑھ کر دعائیں کرو۔

. . . .

رکوع ۹

اَنْ تَھْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ۔ جس کو خدا اس کے اعمال کے لحاظ سے گمراہ مقرر کر چکا ہے جب تک وہ اس حالت میں ہے۔ تم اُسے ہدایت یافتہ کس طرح قرار دے سکتے ہو۔

حَتّٰی یُھَاجِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اس زمانہ میں بھی جو غیر احمدیوں سے نکل کر کھلم کھلا شامل نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ چاہئے۔ جو غیر احمدیوں سے ہے۔ یعنی نہ نماز ان کے پیچھے پڑھی جائے۔ نہ لڑکی دی جائے۔

رکوع ۱۰

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ۔ یعنی ایسا نہ ہو۔ کہ جنگوں میں ایک ایسی سپرٹ پیدا ہو جائے جس سے تم آپس میں بھی خونریزی کرنے لگ جاؤ اسلئے متنبہ کیا۔

اِلَّا خَطَأً۔ جنگ میں کسی کو کافر سمجھ لیا وہ مومن تھا۔ بہ نیت قتل کوئی ضرب خفیف نہیں پہنچائی۔ وغیرہ صورتیں۔

مِیْثَاقٌ فَدِیَۃٌ۔ یہ کافر مقتول کا ذکر ہے اس لئے اس کی دیت کا پہلے ذکر کیا۔ کیونکہ دنیا پسند کرنے والوں کو روپیہ کا زیادہ خیال ہو۔

ہے۔

لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جو سلام کہے۔ اسے کافر کسی صورت میں نہ کہو۔ بلکہ یہ قومی نشان بنا کر سمجھایا۔ کہ جو تمہارا آشنا نہیں۔ اور تمہیں السلام علیکم کہتا ہے۔ تو یکدم اس سے کفار کا سلوک نہ شروع کر دو۔ بلکہ تحقیقات کر لو۔ کہ کیا عقاید ہیں۔ پھر اس کے مطابق کارروائی کرو۔ اب تو بعض آریہ اور عیسائی بھی سلام علیکم کہنے لگے ہیں پس اس حکم کا منشاء یہ ہے۔ کہ جس سے ایسا فعل واقعہ ہو۔ جو مسلمانوں کا سا ہو۔ تو تبین کر لو۔ پس یہ آیت۔ تو ہمارے معاندوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ باوجود سلام علیکم کہنے کے بھی انسان کافر ہو سکتا ہے۔ اگر اسے لست مومنا بغیر تحقیق کہو گے۔ تو تم محض دنیا چاہنے والے ہو گے۔

غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں۔ کہ اولی الضرر قاعدون المجاہدون فی سبیل اللہ۔ کے برابر ہیں۔ بعض حدیث میں جو آیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم کو بھی اپنے کرنے کے مطابق ثواب ملیگا۔ آخر ان المجاہدون میں بھی ایک دوسرے سے ثواب کا فرق تھا۔ بلکہ ان کی تیسری قسم ٹھہرائی۔ اور فرمایا۔ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰھِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَۃً۔

رکوع ۱۱

فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ۔ دیکھو۔ کافروں میں رہ کر دل سے وہ مانتے تھے۔ مگر جب ہجرت نہ کی۔ تو ماوی جہنم اس زمانہ میں ہجرت کی بجائے بیعت ہے پس جو مستانز نہ ہوگا۔ وہ قابل مواخذہ ہے (ب) وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ اس میں بتلایا۔ کہ ایسا ابتلا کہ کفار کے نرغہ میں پھنس جانا اور کسی دینی خدمت کا موقعہ نہ پانا بھی کسی نہ کسی پوشیدہ قصور کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ الفاظ فرمائے

مُرٰغَمًا۔ بھاگنے کا رستہ۔

رکوع ۱۲

اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ یہ اس قصر صلوٰۃ کا ذکر نہیں۔ جسے عرف عام میں

قصر کہتے ہیں۔ بلکہ یہاں یہ فرمایا۔ کہ خوف ہو۔ تو نماز جلدی جلدی پڑھ لو۔ قرأت کم کرکے وغیر ذالک۔

یہ اکیلے کے لئے حکم فرمایا۔ جماعت کیلئے اگلا حکم ہے۔ کثیر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک رکعت ہی پڑھی۔ اور دوسری رکعت نہیں پڑھی۔ (بعض روایات میں بھی آیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے چار پڑھیں۔ اور مقتدیوں نے دو دو۔) ان سب سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خوف کے لحاظ سے پڑھ لو۔ زیادہ خوف ہو۔ تو ایک بھی جائز ہے۔

۷ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۳

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا۔ رسول اللہؐ مراد نہیں۔ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا لقد انزلنا الیکم الکتب ولا تکن کے یہی معنے ہیں۔ اگر پچھلی ہدایت کا اتباع نہ کرو تو خائنین کے یاور ہو جاؤ۔

رکوع ۸

مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ۔ وہ کمیٹی بھی بابرکت نہیں۔ جو خدا کے مقرر کردہ انتظام کے برخلاف یا اس سے الگ ہو۔ خواہ اس میں امر صدقہ و اصلاح بین الناس بھی ہو۔

(ب) سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ صحابہ کرامؓ کے طرز عمل سے اور پھر جماعت احمدیہ کی مجموعی رائے سے مسیح موعودؑ کے بعد بھی یہی ہوا۔ کہ مامور کے بعد انتظام خلافت کے ماتحت ہوتا ہے۔ پس جو اس سے الگ ہو کر انجمن بناتا ہے۔ وہ اس فتوے کے نیچے ہے۔ جو آیت میں بیان ہوا۔

رکوع ۱۵

لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ اگر توبہ کرکے نہیں مرا۔ تو بخشا نہ جائے گا۔

اِنٰثًا۔ عربوں کا قاعدہ ہے۔ کہ بیجان چیزوں کی طرف ضمیر مؤنث ہی پھیرتے ہیں۔ اناث وہ چیزیں جو حیوانات کے مقابل ہوتی ہیں۔

اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا۔ شرک شیطانی تحریک سے ہے۔ پس جو شرک کرے گا۔ وہ دراصل شیطان کا مطیع اور عابد ہے۔

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ اللہ کے دین میں تبدیلی کر دینگے۔ (۲) اعضاء میں تغیر جیسے شاہ دولا کے چوہوں کے سر و باکر پاگل بنا دیتے ہیں۔

اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ کسی کو نہیں دیکھا۔ تو اس کے دوستوں کو دیکھے۔ پس اللہ کے دوست کیسے ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ پر نظر کر لو۔

رکوع ۱۶

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ۔ وہ فتویٰ کیا ہے فرمایا۔ آگے جواب دیتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ جو کتاب میں پڑھا جاتا ہے۔ يٰتٰمَى النِّسَآءِ وغیرہ کا کچھ تو ذکر ہو چکا۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ۔ وہ فتوے شروع ہو گیا۔

اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ۔ قلبی محبت تو اختیار میں نہیں۔ استطاعت سے باہر ہے۔ مگر ظاہری سلوک میں برابری رکھنی چاہیئے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ۔ پہلے یہ آیت کافروں سے اظہار استغنا کے لئے فرمائی۔ دوسری بار متقیوں کے لئے کہ وہ تمہارا معاون ہے۔

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ وہ جو صرف دنیا مانگتا ہے۔ اس کو تنبیہ کیا۔ کہ خدا کے پاس دونوں خزانے ہیں۔ پھر ایک ہی کیوں مانگو۔

رکوع ۱۷

قَوّٰامِيْنَ۔ القوی علی القیام بالامر کما حقہ

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا۔ ان دونوں کا زیادہ خیر خواہ اور مہربان ہے۔ اور اقرب ہے۔ پس تم کسی فقیر یا غنی کی خیر خواہی یا رحم یا قرب کی وجہ سے رعایت کرکے گواہی نہ چھپا لو۔

اَنْ تَعْدِلُوْا۔ حق سے دور جانے کیلئے اتباع ہوس نہ کرو

(ب) اتباع ہوئی نہ کرو۔ بایں خیال کہ حق سے پھر جاؤ گے۔

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ مومن کا دامن ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔ کافروں کو ان مومنوں پر الزام لگانے کا کبھی موقعہ نہیں دے گا۔ (۲) خاص پچھلی صورت واقعہ کی نسبت فرمایا۔ کہ مومنوں پر کافر غالب نہیں آسکتے۔

رکوع ۱۸

وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ ان کے دھوکہ کی سزا دینے والا ہے۔

[illegible] دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ [illegible]

کہ دوستی کے لئے کوئی موجود نہیں۔ اسلئے مجبوراً کفار سے دوستی کر سکتے ہو۔ مومن موجود ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کفار کی طرف رغبت خاصہ منع ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جو مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ میں معیت کے معنے ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ کیا یہ لوگ مومنوں کے صرف ساتھ ساتھ پھرینگے +

چھٹا پارہ

رکوع ۱

اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ۔ بددعا نہ دو۔ مگر مظلوم کیونکہ وہ مجبور ہے۔ (۲) کسی کی بدگوئی نہ کرے۔ مگر مظلوم کہ حق رسی کے لئے اسے اجازت ہے۔ الا بمعنے ولا۔ جہر بالسوء کسی سے نہیں پسند کرتا ہے۔ حتےٰ کہ مظلوم سے بھی اسے اجازت نہیں۔ کہ گالیاں دیتا پھرے سوء کے معنی اس صورت میں گالی کے ہونگے

اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ۔ یعنی بعض رسولوں کو مانتے ہیں۔ اور بعض کو نہیں مانتے۔ یا مثلاً ایک کو نہیں مانتے۔ میرے نزدیک یہ معنے ہیں۔

۱۔ ایک وہ جو اللہ کا انکار کریں۔ دہریہ

۲۔ ایک وہ جو رسولوں کا انکار کریں۔ برہمو

۳۔ ایک وہ جو اللہ و رسول میں تفریق کرتے ہیں۔

ماننے کے لحاظ سے۔ خدا کی مانینگے۔ اور رسول کی بات نہ مانینگے۔ گو ایمان دونو پر بتاتے ہیں۔ چکڑالوی وغیرہ۔

۴۔ چوتھا گروہ۔ یہ کہ بعض رسولوں کو مانتے۔ بعض کو نہیں مانتے یہودی۔ عیسائی۔ غیر احمدی۔

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ یہ پیغامی ہیں۔ کہ آخری رسول کو سچا بھی مانتے ہیں۔ اور اس کو صرف مجدد کہتے ہیں۔ یعنے بین بین رہنا چاہتے ہیں

۸ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء۔ رکوع ۲

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔ غلبہ دلائل۔

بِمِيْثَاقِهِمْ۔ ان سے ایک میثاق لینا تھا۔ جو سبب تھا۔ ان کو طور کے دامن میں کھڑا کرنے کا۔

سُجَّدًا۔ سجدہ اصطلاحی تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ کہ سجدہ میں بھی ہو۔ اور داخل بھی۔ فرمانبرداری کے معنے ہیں۔

غُلْفٌ۔ پردوں میں ڈھکے ہوئے۔ (ب) محفوظ۔ (ج) نادان جو بات سمجھ نہ سکے۔ (طنزاً کہتے ہیں۔ جی ہاں! ہم تو بات سمجھ نہیں سکتے) ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔ یا یہ کہتے۔ کہ محفوظ ہیں۔ صاف و مصفا ہیں۔ کسی کا اثر نہیں قبول کرتے۔

عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ یہود تو رسول اللہ نہ مانتے تھے۔ پھر کیوں رسول اللہ کہا۔ فالاصل یہ خصوصیات اس لئے خدا نے ساتھ لگا دی ہیں۔ تا ظاہر ہو۔ کہ جس شخص کا یہ نام لیتے ہیں۔ وہ تو مسیح اور رسول اللہ ہے۔ پس وہ کیونکر اس پر غالب آسکتے تھے۔ اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مسیح کی زندگی اور موت کا سوال الگ ہے۔ اور اس کا صلیب پر چڑھایا جانا اور بچ جانا ایک الگ امر ہے۔ پہلا عقیدہ کہ مسیح مرچکا۔ اصل بناء اعتقاد ہے۔ باقی صلیب پر سے زندہ اتر آنا اور کشمیر میں فوت ہونا ایک تاریخی بات ہے۔ اگر اسکے خلاف بھی ثابت ہو جائے۔ تو ہمارے عقیدہ وفات مسیح پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ ہزاروں آدمی طبعی موت سے مرتے ہیں۔ اور وہ صلیب پر چڑھائے نہیں جاتے۔

وَمَا صَلَبُوْهُ۔ صلیب کے معنے ہیں ہڈی کو توڑ کر مغز کا گودہ نکال دینا۔ اس پر سوال یہ کیا جاتا ہے۔ کہ صلیب پر لٹکا کر مارا نہیں گیا۔ یہ مطلب ما صلبوہ ہی سے نکل آتا تھا۔ تو پھر ما قتلوہ کیوں فرمایا؟

اصل بات یہ ہے۔ کہ دو قسم کے عقیدے والے تھے۔ ایک یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ پہلے مسیح کو مارا۔ پھر اسکو صلیب پر لٹکا دیا۔ اور یہودی بھی بعض کہتے۔ قتل کیا گیا۔ اور بعض یہ کہ صلیب پر مارا گیا۔ پس ان ہر دو عقاید کی بالترتیب انہی الفاظ قرآنی سے

تردید ہوتی تھی۔

اعمال باب ۵ آیت ۳۰ میں اب تو لکھا ہے جسے تم نے کاٹھ پر لٹکا کر مار ڈالا۔ مگر پرانی بائبلوں میں ہے:۔

Whom you slew & hang on a Tree

وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ مشتبہ بنا دیا گیا ان یہود کے لئے۔ کس کو؟ جس کا ذکر پہلے ہی یعنی مسیح۔ اور جس کو غیر احمدی پیش کرتے ہیں اول تو اس کا ذکر نہیں۔ دوم اسقدر اختلاف کہ خدا کی پناہ کس چیز کے؟ مقتول بالصلیب کے۔ (۲) ان کے لئے امر مشتبہ کر دیا گیا۔

لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ۔ صلیب کے واقعہ میں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ یہود۔ پیلاطوس کے پاس گئے۔ کہ ہمیں شک ہے۔ کہ مسیح بھاگ گیا۔

مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا۔ ایک معنے یہ بھی ہیں۔ ماعلموہ علما تاما (قتل الشی علما او خبرا) انہوں نے اس خبر کو اچھی طرح سے تحقیق نہیں کیا۔

رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ۔ اللہ نے اس کو معزز بنایا۔

اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ ہر اہل کتاب ایمان لاتا رہیگا مسیح کے قتل ہونے پر اپنی موت سے پہلے۔ عیسائی اپنے ایمان کے لحاظ سے مجبور ہیں۔ کہ مسیح کا مرنا صلیب پر مانیں۔ ورنہ کفارہ باطل ہوئے جاتا ہے۔ اسی طرح یہود اگر ایمانی لحاظ سے مسیح کا مقتول بالصلیب ہونے کا عقیدہ نہ رکھیں۔ تو ان پر زد پڑتی ہے غرض دونو قومیں اس بات کے ایمان لانے پر مجبور ہیں۔ کہ مسیح مقتول ہوا۔ مگر یوں علمی تحقیق سے وہ شک میں پڑے ہیں۔ جیسے آجکل غیر احمدی اپنے ایمان کیوجہ سے کہے جاتے ہیں۔ کہ مسیح زندہ ہیں۔ مگر اس کے دلائل نہیں دے سکتے۔ بلکہ ہماری کتابوں اور تقریروں سے شک میں پڑے ہوئے ہیں

حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ اس میں نبوت بھی شامل ہے۔

رکوع ۳ و ۴

کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ کلام جس میں الفاظ ہوں۔ نہ کہ رویا و کشف۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ تورات نہیں لکھائی اترتی

تھی۔ اس کا ان میں اختلاف تھا۔

وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَشْهَدُوْنَ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملائکہ بذریعہ رویا بہت سے لوگوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ اور نیک تحریکیں کرتے ہیں لوگ عموماً نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ کفر میں اور ظلم میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ ان کے اعمال کے مطابق نتیجہ نکلنا چاہیئے۔

وَکَلِمَتُهٗ۔ وہ بشارت تھے۔ (بشارت کے مصداق تھے) جو مریم کی طرف نازل ہوئی۔

(ب) رُوْحٌ مِّنْهُ۔ خدا کی طرف سے الہام پانے والے تھے۔ روح بمعنے ذی روح (۲) روح کے معنے رحمت۔ ایدھم بروح منہ برحمۃ منہ (۳) اس کی مخلوق تھے۔

سُوْرَہ مَائدہ

رکوع ۵

بِالْاَزْلَامِ۔ اور پرکھانے کا ذکر ہے۔ یہ پس گوشت کو تیروں سے بانٹنے کا ذکر ہے

رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی دین جو چنا ہے۔ تو فرمانبرداری۔ پس اور نبی آنا ممکن ہے۔

فَکَفَّ اَیْدِیَکُمْ۔ یہ بعض روایات میں بھی آیا ہے۔ کہ جنگ تبوک سے واپسی کیوقت بعض منافقین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنا چاہا۔ (۲) عام جنگوں کے متعلق ہے

رکوع ۷

نَقِیْب۔ امین۔ کفیل۔ زعیم۔
خَآئِنَةٍ۔ جھوٹ۔ بڑا خیانت کرنے والا۔ فسق۔

فَاَغْرَیْنَا۔ چسپاں کردی۔

یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ بہت سے اعمال سے یا اس چھپائے ہوئے میں سے۔ بہت کا ذکر نہیں فرماتا۔ کہ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔

سُبُلَ السَّلٰمِ۔ عذاب سے بچنے کے رستوں کی۔ اسلام کے رستوں کی۔

اَنْ یُّهْلِكَ۔ اگر ہلاک بمعنی موت سے مسیح کی زندگی کا استدلال کیا جائے۔ تو اسکی

اَمّ اور من فی الارض جمیعاً۔ کو بھی زندہ ماننا پڑیگا۔ بلکہ مسیح پر بھی موت آتا ہے۔ مگر یہاں قرینہ ہے۔ اس پر کہ معنے عذاب کے ہیں۔ نبیوں کے لئے ایسا کہا جا سکتا ہے۔ کہ خدا چاہے۔ تو عذاب دیدے۔ قل ارءیتم ان اھلکنی اللہ ومن معی۔ وہ تو بیٹا بناتے ہیں۔ مگر خدا کے سامنے اس کی یہ حقیقت ہے۔ کہ چاہے۔ تو عذاب دیدے۔

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ط یہ قدرت نہیں۔ کہ پُرانا مسیح سنبھال کر رکھے۔ بلکہ یہ قدرت ہے۔ کہ اگلے مسیح سے بڑھ کر پیدا کردے۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ۔ یعنی تم تو مسیح کو ابن اللہ کہتے ہو۔ اپنے آپ کو بھی ابن اللہ کہتے ہو۔ فلم یعذبکم بذنوبکم۔

فَتْرَۃٍ۔ سکون۔ انقطاع۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط۔ دیکھو۔ ہم نے مسیح سے بڑھ چڑھ کر نبی پیدا کر دیا ❊

۹ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۸

جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا۔ سلطنت میں قومی اشتراک ہوتا ہے۔ اسلئے جعلکم فرمایا۔ نبوت میں اشتراک نہیں ہوتا۔ اس لئے فیکم انبیاء فرمایا۔

اَلْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ۔ مقدس لوگ اندر پیدا کئے گئے۔

جَبَّارِیْنَ۔ جبار خدا کے لئے آئے۔ تو معنے ہوتے ہیں مصلح۔ انسان کے لئے آئے تو معنے ہونگے۔ دوسرے کو نیچے گرا کر آپ اس پر چڑھ جانے والا۔

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا۔ گنتی باب ۱۴ میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ وہ موسےٰ اور ہارون تھے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر موسےٰ نے کہا ہے۔ کہ میں اپنے نفس کا مالک ہوں۔ اور میرا بھائی۔

اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً۔ اس لئے کہ لڑنے والے جن کی عمر ۲۰-۲۵ سال کی ہوگی۔ وہ اتنے میں مر کھپ جائینگے۔ نئی پود کو اس انعام سے حصہ دیا جائے گا۔

(ب) ان فیھا قوما جبارین۔ کئی انسانوں کے ساتھ نبی کے وقت میں یہ واقعہ پیش آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ نفسانی خواہشات اور شیطانی خیالات کی ایک فوج ہے۔ وہ

تباہ ہو جائے۔ تو پھر ہم نبی کو مان لینگے۔ مگر عقل انسانی و فطرت کہتی ہیں۔ کہ تم سلسلہ میں داخل تو ہو۔ پھر خدا اس فوج کے مقابلہ میں حافظ و ناصر ہوگا۔ بعض لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ چالیس سال کے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان کو ہدایت نہیں ہوتی۔

رکوع ۹

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ یعنی میرے مار دینے سے تمہاری قربانی قبول نہ ہو جائے گی۔ بلکہ اس سے تو جرم اور بھی بڑھیگا۔ قبولیت تو برضائے تقویٰ ہے۔ قبولیت قربانی کا پتہ اس طرح لگ گیا۔ کہ ایک کا درجہ بڑھنے لگا۔ خدا کے فضل اس پر ہونے لگے دوسرے کا حال اس کے خلاف ہونے لگا۔

مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ۔ یعنی میں تیرے قتل کے ارادہ سے حملہ آور نہ ہوں گا۔ بلکہ میں اگر ہاتھ اٹھاؤنگا۔ تو بخیال دفاع و وجود حفاظتی اس نیت کا انسان مظلوم بن جاتا ہے۔ پس وہ کہہ سکتا ہے۔

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ۔ جب میری نیت حملہ کی نہ ہوگی۔ تو تو ظالم ہو جائیگا۔ اور میرے اور اپنے گناہ سے اصحب النار ہو جائے گا۔ ڈرانے کیلئے بطور وعظ کہا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ظالم و مظلوم دونوں کو حشر کے دن بلایا جائیگا ظلم کے بدلہ میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دیجائینگی اگر نیکیاں ختم ہو جائیں۔ تو مظلوم کی بدیاں ظالم پر ڈالی جائینگی۔ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو یہی کہا۔ (ب) اثمی باثم قتلی۔

فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَابًا۔ ایک کوّا زمین کو کریدتا پھرتا تھا۔ اس سے ذہن منتقل ہو گیا۔ کہ مجھے بھی زمین کو کھود کر لاش دبا دینی چاہیئے۔ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ط مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ۔ یعنی اس نظارہ کی وجہ سے شرمندہ ہو گیا۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کا تعلق آگے سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ معنے ہوئے۔ کہ تم بھی اے بنی اسرائیل جب دوسرے بھائیوں بنی اسمٰعیل میں نبوۃ چلی جائے گی۔ تو اس نبی کے قتل کے در پے ہوگے۔ پس ہم نے پہلے ہی تم کو سنا دیا تھا۔ کہ جس نے اس نفس معظم (محمد رسول اللہؐ) کو قتل کیا۔ تو گویا سارے جہان کو قتل کیا۔ یا تمہیں قتل پر مقرر کی تھی۔ تا تم یہ سمجھو۔ کہ اس قسم کے

ناجائز قتلوں کے درپے نہ ہو۔

مِنْ خِلَافٍ ۔ خلاف ورزی کی وجہ سے ۔ یا ایک طرف کا ہاتھ تو دوسری طرف کا پاؤں ۔

يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ کافر ہوں اور خدا و رسول کا جہاد میں مقابلہ کریں ۔ ڈاکو صرف بوجہ ڈاکہ یہ سزا نہیں دئے جائینگے ۔

رکوع ۱۰

الْوَسِيْلَةَ ۔ وصیلہ نہیں جو اس کے معنے پیر کے کئے جائیں ۔ بلکہ وسیلہ فرمایا ۔ (۱) گناہوں سے بچو ۔ نیکیاں کرو ۔ (۲) نوافل ادا کرو ۔ (۳) پھر لوگوں تک حق پہنچاؤ ۔ خدا کے نام کو پھیلاؤ ۔ یہ کامیابی کے گر ہیں ۔

السحت ۔ حرام ۔ ہلاکت ۔ سختی ۔

رکوع ۱۱

فِيْهَا هُدًى ۔ ایسی حالت میں اتاری ۔ کہ اس میں ہدایت اور نور تھی ۔

الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا ۔ یعنی نبی تو مانتے ہے اور تم ان کی اُمت ہو کر انکار کرتے ہو ۔ اس آیت میں بتایا ہے ۔ کہ کئی انبیاء بغیر کتاب کے بنی اسرائیل میں آئے

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ جب تک کوئی شخص کسی مذہب کو حق سمجھتا ہے ۔ چاہئیے ۔ کہ اس پر عمل کرے ۔ اگر کوئی اس پر قائم ہو ۔ تو پھر خدا ضرور اس کی راہنمائی کریگا مگر لوگ اپنی مسلمہ کتابوں پر اعتقاد نہیں رکھتے عمل نہیں کرتے ۔ اس لئے حق نہیں پاتے ۔ انجیل و تورات میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں موجود ہیں ۔

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔ فليحكم اهل الانجيل سے یہ وہم بعض کو ہو سکتا تھا ۔ کہ انجیل میں جو کچھ لکھا ہے ۔ وہ سب سچ ہے ۔ فرمایا ۔ یہ مراد نہیں ۔ قرآن کریم نگراں ہے ۔ جو سچی تعلیمیں ہیں ۔ وہ سب قرآن شریف میں موجود ہیں ۔ پس جو بیان اس سے نہ ملیگا ۔ وہ غلط ہے ۔ کیونکہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۔ پہلے قوموں کو الگ الگ شریعت دیا جانا ظاہر کرتا ہے ۔ کہ اس اکمل شریعت کا وقت ابھی نہیں آیا اگر پہلے ہی شریعت کامل ہوتی ۔ تو تم سب کو امة واحدة بنا دیتا ۔ (۲) یہودی کہتے ہیں ۔ ہم اسی پر چل رہے ہیں ۔ جس پر خدا چلا رہا ہے فرمایا ۔ جبر کرنا ہوتا ۔ تو سب کو ایک مذہب پر

کردیتا ۔ غرض باتیں بنانے کا وقت نہیں ۔

الخيرات بتادی گئیں ۔ ایک دوسرے سے اس میں بڑھو ۔

رکوع ۱۲

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ چونکہ ایسے مرتدوں کا قاعدہ ہوتا ہے ۔ کہ وہ اپنوں پر کفر کے فتوے دیتے اور غیروں سے میل جول ۔ اس لئے ان کے مقابلہ میں ایسی جماعت کا وعدہ کیا ۔ جو مومنوں سے محبت کے تعلقات رکھیں اور کافروں سے قطع کرے ۔ غیر مبائعین کا بھی یہی حال ہے ۔ کہ وہ ہمارا مقابلہ کرتے ہیں ۔ اور غیروں سے ملنے کی کوشش میں ہیں ۔

رکوع ۱۳

وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۔ اہل کتاب بھی کافر ہیں مگر ان کے مقابل میں مشرک تھے ۔ اس لئے ان کو واضح طور سے کفار کہا ۔

هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ ۔ طعن کرتے ہو ۔ جس بداعمالی کی وجہ سے نفرت کرتے ہو ۔ وہ یہی ہو سکتی ہے ۔ کہ ہم خدا کو مانتے ہیں ۔

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ ۔ اس سے ظاہر ہے ۔ کہ وہ درحقیقت بندر و خنزیر نہیں بنے تھے ۔

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۔ خدا کے خرچ کرنے کا یہ بھی طریق ہے ۔ کہ دوسرے کو دیکر کہتا ہے ۔ کہ لو تم خرچ کرو ۔

مِنْ فَوْقِهِمْ ۔ بارش ۔ وحی ۔

مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۔ پیداوار سلطنت یعنی تورات و انجیل پر عمل کرنے والوں سے وعدہ ہے ۔ سب برکات سے حصہ پاتے ۔ مگر برکات سے حصہ نہ پانا ثابت کرتا ہے ۔ کہ اس تورات و انجیل پر جو خدا سے اتری ۔ ان کا عمل نہیں ۔ بلکہ کوئی محرف و مبدل ہے دوم ۔ اقاموا کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں ۔ کہ اگر یہ محرف و مبدل نہ کرتے ۔ تو ہم ان کو برکات سے حصہ دیتے ۔

۱۰ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۴

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔ جب تک انسان اپنے نفس پر موت وارد نہ کرے ۔ تبلیغ نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ مبلغ تمام دنیا سے دشمنی سہیڑتا ہے ۔ (ب) مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔ سب کا سب قرآن اگر اس میں سے ایک حصہ بھی

نہ پہنچایا۔ تو کچھ بھی نہ پہنچایا۔

سوال۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔ پس جب عرصہ تک تبلیغ ہو چکی تھی۔ پھر نبی کریمؐ سے کہنا کہ بلغ ما انزل الیک کیا معنے رکھتا ہے؟

جواب۔ گو مخاطب نبی کریمؐ ہوں۔ مگر تمام مسلمانوں کو متنبہ کیا۔ جن کے لئے مدینہ میں بہت مشکلات تھیں۔ علی الخصوص گروہ منافقان بلغ ما انزل الیک اسی وقت کے مناسب حال تھا۔

سوال۔ حضرت مسیح موعود نے بعض الہام کیوں شائع نہ کئے؟

جواب۔ کئی وحیاں رسول اللہؐ نے بھی عام نہیں کیں بعض خاص لوگوں نے ذکر کیا۔ احادیث میں کئی مثالیں ملتی ہیں۔ (ب) جو وحیاں عامتہ الناس کی ہدایت کے متعلق ہوں ان کو نہیں چھپایا۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ نبی کریمؐ کے لئے تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ کوئی قتل نہ کر سکے گا۔ اور مومنوں کے لئے یہ کہ بلحاظ جماعت کے ان کو کوئی تباہ نہ کر سکے گا۔ گو کوئی فرد شہید ہو جائے۔

لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ۔ سوال۔ پہلے لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ کہنے والوں کو ڈانٹا۔ اب خود فرمایا۔ جواب۔ یہاں شرط موجود ہے۔ (ب) حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰۃَ سے مراد یہ ہے۔ کہ ان پیشگوئیوں پر ایمان لائے۔ جو نبی کریمؐ کے ظہور سے پوری ہوئیں۔ (ج) طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا محض نبی کریمؐ کی عداوت کی وجہ سے اپنی کتابوں کا بھی انکار کرنے لگے۔ (د) ترتیب قرآنی سے ظاہر ہے۔ کہ کوئی تورات کو قائم کرے۔ تو انجیل کو مانے گا۔ اور جو ان دونوں پر قائم ہو۔ وہ ضرور قرآن مجید پر بھی ایمان لائے گا۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ۔ بعض وقت انسان ایک بات معمولی سمجھتا ہے۔ مگر اس کا نتیجہ بڑا ہوتا ہے۔ پس ہمیشہ اپنی زبان کو محفوظ رکھو (ہ) ان اللہ ثالث ثلثہ عیسائیوں کے جو گروہ ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے۔ جو خدا کو ایک مانتے ہیں۔ اور مسیح بن مریم اور خدا کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ مسیح کو ایک صفت سمجھتے ہیں۔ ان کی تردید میں آیا۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ آجکل یہ فریق زیادہ ہے۔ یہ قرآن کی صداقت کی علامت ہے۔ کہ اس فریق کا پہلے ذکر کیا۔ جو رسول اللہؐ کے وقت میں زور پر نہ تھا۔ اس آخری زمانہ میں زور پر ہے۔ ایک گروہ تین اقنوم مانتا ہے۔

مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا۔ متی باب ۲۴۔ اعمال آیت ۷ مرقس باب ۱۲ آیت ۲۳۔ اقرار کیا ہے۔ کہ میں نفع و ضرر کا مختار نہیں۔

رکوع ۱۵

لاتغلوا۔ غلو کا نام ہی غیر الحق رکھا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ حق ہو۔ تو غلو کرو۔

اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود و مشرک نرم ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ وجہ یہ کہ ان کے پاس حکومت نہیں ورنہ ان کی اصلیت ظاہر ہو جائے۔ پھر بھی جہاں یہ ذرا بھی زور پاتے ہیں۔ تو مسلمان نصارٰی ہی کی امداد پاتے ہیں۔ (ب) حق کے طالب خدا سے ڈرنے والے۔ قسیسین۔

ساتواں پارہ

وَاِذَا سَمِعُوْا۔ نبی کریم صلعم کے عہد میں نجاشی کے متعلق یہی واقعہ ہوا۔

رکوع ۲

فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ۔ کیا تم نماز و ذکر اللہ کو چھوڑ دو گے۔ ہرگز نہیں۔ دوسرے معنے عام ہیں۔

فِیْمَا طَعِمُوْٓا۔ حلال رزق سے کھائیں اور اس میں تقوٰے مد نظر ہو۔ پھر تقوٰے کے تین مرتبے بیان فرمائے۔ پہلا درجہ صبر کہلاتا ہے۔ اور اس میں حرام کو ترک کرتا ہے۔ دوسرا درجہ شکر۔ تیسرا درجہ احسان۔

رکوع ۳

ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوْٓا۔ ہمیشہ کعبہ قیامًا للناس رہیگا۔ اور یہ پیشگوئی اب تک پوری ہو رہی ہے۔ اور سوا خدا کے کون ایسی چیز دے سکتا ہے۔

رکوع ۴

حَلِیْمٌ۔ حلم والا۔ دانا۔

سوال۔ ہوسکتا ہے کہ نہ پوچھینگے۔ تو نہ بتائی جائے گی۔ تو کیا اس سے شریعت ناقص نہ رہیگی۔ اور اگر صرف سوال کی وجہ سے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دیا جائے گا۔ تو یہ انصاف وعدل کے خلاف ہوگا۔

جواب۔ شریعت کے دو قسم کے احکام ہیں۔ (۱) اصول شریعت۔ جو خواہ کوئی پوچھے۔ یا نہ پوچھے۔ یا انکار بھی کرے۔ تو بھی بتائے جائینگے۔ ایسے ہی حلال وحرام یہ نہ ہوگا۔ کہ مباح صرف سوال کی وجہ سے حرام کر دیا جائے۔ (۲)۔ **فروع شریعت**۔ ایک حصہ اس کا اجتہاد پر چھوڑ دیا ہے۔ تاکہ اُمت محمدیہ کے علماء ثواب پائیں۔ نرے نقال ہی نہ رہیں۔ ہر ایک شخص اپنے حالات کے مطابق عمل کر لیتا ہے۔ دین سے ملال نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ اس میں تحقیقات کا شوق ہوتا ہے عقلیں تیز ہوتی ہیں۔ خدا سے پوچھوگے۔ تو وہ بہتر کو بتا دیگا۔ مگر اس سے بہترین فوائد سے محروم رہ جاؤگے۔ جو اجتہاد سے پیدا ہونیوالے ہیں۔ آمین بالجہر و رفع یدین کرنیوالے مقرب بارگاہ صمدی ہوئے۔ اور نہ کرنیوالے بھی ہوئے۔ کیونکہ ان باتوں کو روحانیت سے خاص تعلق نہیں ہوتا۔

عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ۔ یہ معنے نہیں۔ کہ تمہیں اپنی جان کی فکر چاہیئے۔ کوئی گمراہ ہو تو ہو۔ اس پر کہا جاتا ہے۔ کہ جب ہدایت سے فائدہ نہ ہو تو اس وقت کیلئے یہ حکم ہے۔ یہ بھی صحیح ہے مگر میرے نزدیک اسکے یہ معنے ہیں۔ کہ پہلے تم اپنی اصلاح کر لو۔ اور دوسروں کی گمراہی کے خیال سے اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈال لو۔ مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ تاکہ وہ ہمیں غیر نہ سمجھیں۔ اور ہماری باتیں توجہ سے سنیں۔ اگر ہم ایسا کریں۔ تو ان کے احمدی ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ جبکہ ہم ایک گناہ کے مرتکب ہو کر غیر احمدی بنگئے۔ اسی طرح ولائت کے متعلق بعض مشکلیں تبلیغ کی بتا کر بعض ناجائز امور کو جائز کرنیکا فتوٰی پوچھا جاتا ہے۔ فرمایا۔ اپنے آپ کو حق پر قائم کرو۔ اس سے کوئی گمراہ ہوتا ہے۔ تو ہو۔ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

اِثْمًا۔ ان دونوں نے جو گواہ تھے۔ مستحق ہونے گناہ کے بس دو اور شخص گواہ ہوں۔ ان دونوں کی جگہ کھڑے ہونیوالے

کون ہوں وہ دو ۔

۱۱ جولائی ۱۹۱۷ء

رکوع ۵

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ اللہ تعالےٰ کی قہری تجلی کی وجہ سے محفوظ الفاظ بولینگے۔ کہ ہمیں ان کے دل کا کیا حال معلوم خوف الٰہی کی وجہ سے کہ ایسا نہ ہو۔ ذرا بھی غلطی ہو جائے۔ تو مؤاخذہ ہو۔ پس وہ ازراہ احتیاط کامل لَا عِلْمَ لَنَا جواب دینگے فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ فِي الْمَهْدِ نیک کلام کرنے سے والدہ کی نیکی ظاہر ہوتی ہے۔ اور کہلا سے ان کی اپنی۔

(ب) خدا تعالیٰ کے حضور گواہی کی وہ غرض نہیں جو ایک مجسٹریٹ کے روبرو ہوتی ہے۔ خدا کو بھی معلوم ہے۔ بلکہ صرف مجرمین کو ذلیل و رسوا کرنا اور عذاب دینا مقصود ہے۔ کہ پس پردہ اتنا بھروسہ کرتے ہیں۔ اسی کے منہ نکلوا دیا۔ کہ میں نے تو تمہیں یہ تعلیم نہیں دی۔

هَلْ يَسْتَطِيعُ۔ یہ یہی درخواست کا ایک طریق ہے۔ (ب) اتَّقُوا اللّٰهَ۔ ایمانوں کی فکر کرو۔ کیوں تمہیں دنیا کی خواہش ہوئی ہے دنیا کی کثرت اور اس میں توغل کا نتیجہ تو کفر ہے۔ (ج) تَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا یعنی معاش سے بیفکر ہو کر خدا کی عبادت کریں۔ ہر نبی کی امت کو دینی دنیوی ترقی ہوتی ہے مگر انہوں نے جلدی چاہی وہ بھی صرف دنیا کے لئے ۔

رکوع ۶

سُبْحٰنَكَ۔ یعنی میں تو آپ کا رسول ہوں۔ اگر میں ایسا کہوں۔ تو حضور پر الزام آتا ہے۔ مگر حضور تو قدوس ہیں۔ پس میں کس طرح کہہ سکتا ہوں۔

وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ۔ حضرت عیسےٰ اپنی اُمت کی گمراہی سے ایسے بے خبر ہونگے۔ کہ وہ کہیں گے۔ اس سوال کا منشاء میں نہیں سمجھا۔ یہ پوچھتے کیوں ہیں۔

مَّا دُمْتُ فِيهِمْ۔ مادمت کے مقابل میں تَوَفَّيْتَنِي فرما کر بتا دیا۔ کہ یہاں توفی بمعنے موت ہے۔ قبض روح بالا رسال زندہ وغیرہ مراد نہیں ۔

(ب) توفیتنی کا سوال جواب دو موقعہ پر ہو سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت سے پہلے یا قیامت - دونوں صورتوں
میں ہمارا مطلب حاصل ہے - کیونکہ رسول
کریمؐ سے پہلے توفی کا اقرار کر چکے ہیں - تو
وفات پا چکے - حدیث بخاری بھی اس کی تائید
میں ہے - اقول لما قال العبد الصالح کنت
علیھم مادمت فیھم - اگر قیامت کو سوال
وجواب ہوگا - تو بھی نتیجہ موت نکلا - کیونکہ
حضرت عیسےؑ کی شہادت ہے - کہ جبتک میں
ان میں زندہ رہا - ان کا نگران تھا - یہ میری
زندگی میں نہیں بگڑے - اب عیسائی تو توحید
کی بجائے تثلیث کے قائل ہو چکے ہیں -
معلوم ہوا - کہ وفات بھی ہو چکی ہے *

سُورۂ انعام رکوع

اس میں خدا تعالےٰ نے نبیوں کے آنے
کی ضرورت بیان فرمائی ہے - (ب) لوگ مجرد
عقل سے خدا کو پانا چاہتے ہیں - مگر خدا نما
وجود صرف انبیاء کا ہوتا ہے - انہی سے حقیقی
خدا کا علم ہوتا ہے -

اجلین - جسمانی کمال کا زمانہ - روحانی کمال
کا زمانہ - دنیا کی عمر - عقبےٰ کی عمر -

رکوع ۸

مَا سَکَنَ - جو وقوع پذیر ہوتا ہے -
وَاُوْحِیَ اِلَیَّ - یہ اندرونی شہادت صداقت
کی بیان فرمائی - کہ جس کو یہ قرآن مجید پہونچے -
اور نہ مانیگا - بلکہ شوخی و استہزا سے کام لیگا -
وہ ہلاک ہوگا -

(ب) بیرونی شہادت پہلی کتابوں میں اسکی
پیشگوئیاں موجود ہیں *

رکوع ۹

وَمَنْ اَظْلَمُ - ایک اور شہادت اپنی
ذات کی صداقت کے متعلق دی ہے - کہ
میں کامیاب ہو جاؤں گا - اظلم ناکام رہتا ہے
یہ عقل و تجربہ کی رُو سے ثابت ہے -

اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔
مسیح موعودؑ کی صداقت کے دلائل دئے جاویں
تو اب بھی ان کے منکرین کہتے ہیں - کہ یہ تو
پہلے نبیوں کی نسبت فرمایا - ان کو کیوں ان سے
ملاتے ہو - اسی طرح اگر کوئی آیت ان پر
صادق آئے - تو جواب دیتے ہیں - کہ یہ تو
اگلے کفار کے متعلق ہے - نہ کہ ہمارے
حق میں *

تُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ - جب مجرم پکڑا جاتا ہے
تو کہتا ہے - اب نہیں کرونگا - نہ اس لئے کہ وہ
اس جرم سے متنفر ہوتا ہے - بلکہ سزا سے بچنے
کے لئے - اسلئے یہ عذر نامعقول -
وَقَالُوْآ - وہاں سے لوٹایا جانے کی صورت
میں (۲) یا پہلا قول نقل کیا -

رکوع ۹

لَعِبٌ وَّلَھْوٌ - یہ مراد نہیں - کہ لغو ہے -
بلکہ یہ ذریعہ حصول اصل مقصود ہے - جیسے
تعلیم میں کھیل اپنی طاقت و قویٰ کو برقرار رکھنے
کے لئے ضروری ہے - مگر جو طالب علم اسے
اصل مقصود سمجھ بیٹھے - وہ فیل ہوتا ہے اسی
طرح دنیا کا حال ہے -

لَیَحْزُنُکَ - تجھے اس لئے بُرا نہیں لگتا -
کہ تجھے بُرا کہتے ہیں - بلکہ اس لئے کہ وہ میری
وجہ سے تم سے نفار رکھتے ہیں -

وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ - یہ زجر نہیں - بلکہ
رسول اللہ کی ہمت بڑھائی - کہ ان کی ہدایت کیلئے
زمینی اسباب مہیا کرو - اور پھر ان کے لئے دعائیں کرو
وَالْمَوْتٰی - یَسْمَعُوْنَ کے مقابل موتی کا لفظ
آیا ہے - معنے اس کے روحانی مُردے ہیں -
مُردہ دل -

اَلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ - یعنے پرندے
وغیرہ بھی ایک مخلوق ہیں تمہاری طرح - مگر دونوں
میں فرق ہے - جو قویٰ انسانی ہیں - وہ ان
میں نہیں ہیں - پس یہ امتیاز بے معنی نہیں
بلکہ انسان خدا کے حضور حاضر ہونے والا ہے
اس لئے اس کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے -
تا وہ اس کے مطابق اپنی زندگی بنائے ضرورت
نبوت بنائی انسانوں ہیں -

رکوع ۱۱

جَھْرَۃً - جس کے آنے کی علامتیں ان
کے آنے سے پہلے معلوم ہو جاویں -
بَغْتَۃً - اس کے خلاف -

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ - مدعی نبوت
کو منہاج رسالت پہ آزماؤ -

ایسے سوال نہ کرو - جو نبوت کی شان سے
نہیں - تمام علم غیب جاننے کا دعوے یا
خزائن رکھنے کا دعوے نبی کو نہیں ہوتا -

۱۲ جولائی ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۲

مَاعَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ - ان کی بدیاں تیرے ذمہ نہیں لکھی جائینگی -

وَمَامِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَیْءٍ - تیری نیکیاں ان کے نام نہیں لکھی جائیں گی -

فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ - چکڑالوی اس آیت سے نتیجہ نکالتے ہیں - کہ سلام علیکم کہنا چاہیئے بجائے السلام علیکم کے - میرے نزدیک السلام علیکم میں اسی سلام علیکم کی طرف اشارہ ہے یعنے وہ موعود سلامتی - جو خدا کا وعدہ ہے - اسی کے ہم تمہارے لئے خواستگار ہیں -

بِجَهَالَةٍ - وہ غلطی - جس میں اصرار نہیں - مگر وقتی طور پر عاقبت اندیشی پر پردہ پڑ گیا -

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ - مومن سے کوئی غلطی ہو - تو وہ اس سے آئندہ رُکتا اور اپنی اصلاح کرتا ہے - اور مجرم غلطی پر اصرار کرتے ہیں - اور پھر اس کے جواز کے ثبوت بہم پہنچانے میں لگ جاتے ہیں - یا کم از کم اصلاح نہیں کرتے ؛

رکوع ۱۳

عَلٰى بَيِّنَةٍ - بینة مؤنث ہے - مگر کذبتم بہٖ میں ضمیر مذکر کی پھیری ہے - پس

وبالاخرة هم يوقنون - پر اعتراض کرنے والے غور کریں - کہ اگر آخرت سے آخری وحی مراد ہے - تو وحی مذکر کیونکر مراد ہو سکتی ہے - ان کو معلوم ہونا چاہیئے - کہ کبھی ضمیر معنی کی طرف پھرتی ہے - وحی سے مراد یہاں رسالت ہے اسی طرح بینہ سے مراد جو ہے - وہ مذکر ہے -

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ - اس میں عذاب کا انکار نہیں - بلکہ انہیں سمجھایا - کہ خدا اور رسول کے درمیان فرق سمجھو - اور نبوت کی اصل پوزیشن کو جانو -

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ - چونکہ ظالموں کا علم اللہ ہی کو ہے - اس لئے عذاب کا معاملہ اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے - اگر کسی انسان کے قبضے میں یہ معاملہ ہو - تو اغلب ہے - کہ وہ کسی کو ظالم سمجھکر ہلاک کر دیوے حالانکہ وہ کچھ مدت بعد بہت بڑا معاون اسلام ہو -

مفاتح کے معنے خزانے اور چابیاں بھی - آخری صورت میں ذرائع عذاب کے بارے میں فرمایا - کہ اللہ ہی جانتا ہے - کہ کس کس

راہ سے اس کو حقیقی طور پر عذاب دیا جا سکتا ہے - انسان ایک ذریعہ سے عذاب دے - اور وہ مجرم نجات کا اور ذریعہ نکال لے -

پھر عذاب کے لئے کمال علم بھی شرط ہے - پتا بظاہر ناکارہ ہو کر گر جاتا ہے - اور بیج کار آمد یعنی رطب و یابس (ترتیب بلحاظ قرب) پس خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے - کہ ناکارہ کون اور کار آمد کون - کون نیکی کا بیج بو چکا ہے - کون اپنے بظاہر اچھے اعمال کو اپنے بد حالات سے حبط کرا چکا ہے

فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ - یعنی ان نوشتوں کی طرح نہیں - جو اندر ہی پڑی رہیں - بلکہ یہ سب کچھ ظاہر ہونے والا ہے -

رکوع ۱۴

هُوَ الْقَاهِرُ - ہو الغالب - یہ غلبہ جبر روا سے نہیں - بلکہ جن پر غالب ہے - وہ اس کے بندے ہیں -

حَفَظَةً - ملائکہ مراد نہیں - بلکہ رسول جو ہدایت و شریعت لا کر لوگوں کو ناراضمندی سے بچا لیتے ہیں - پس غلبہ برائے حفاظت ہے -

لَا یُفَرِّطُوْنَ - کمی نہیں کرتے - عمر نہیں گھٹا دیتے - جس قسم کا معاملہ کسی سے کرنا

چاہیئے - ایسا ہی کرتے ہیں -

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً - تضرعاً سے یہ بھی معلوم ہوگا - کہ یہ بلند آواز سے پکارا کرتا ہے - خفیہ کے ساتھ تضرع لانے کی ضرورت نہ تھی - کہ اس میں آواز پیدا نہیں ہوتا -

مِنْ فَوْقِكُمْ - تمہارے حاکم ناراض ہو جاویں

(۱) سماوی عذاب جس میں انسانی دخل نہ ہو -

(ب) مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ - ماتحت رعایا -

(۲) زمینی عذاب - جس میں انسانی دخل ہو

(ج) وہ عذاب جو اوپر سے پیدا ہوتے ہیں

(د) وہ عذاب جو نیچے سے آتے ہیں -

وَكَذَّبَ بِهٖ - اس میں بتایا - کہ ہو القادر سے یہ مراد تھی - کہ یہ عذاب ضرور آئیگا - صرف اظہار قدرت نہ تھا - بلکہ پیشگوئی عذاب کی تھی -

يَخُوْضُوْنَ - یعنے ان کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں - جس سے وہ نشان مشتبہ ہو جائے - جیسے پانی میں بے احتیاطی سے چلنے سے گندلا پن آ جاتا ہے -

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ - یعنی بھول سے بیٹھے ہو - تو یاد آنے پر اٹھ جاؤ - اب تم

سُنکر غصہ آجائے ۔ تو صرف اتنی اجازت ہے ۔ کہ مختصر نصیحت کرکے وہاں سے چلے جائے کیونکہ لمبی بات اور بیٹھنے میں فساد کا اندیشہ ہے کسی دوسرے موقعہ پر انہیں خوب سمجھانا چاہئے جیسا کہ وَذَکِّرْ بِہٖ اَنْ تُبْسَلَ سے ثابت ہے ۔

شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ۔ وہ رسولوں کے مقابلہ میں گرمی دکھاتے تھے ۔

رکوع ۱۵

اِسْتَھْوَتْہُ الشَّیٰطِیْنُ ۔ ڈال دیا ہو ٹھوکر (ب) جس کی عقل کو شریروں نے مار دیا ہو ۔ یعنی ہم خدا کے نشانات مشاہدہ کرنے کے بعد کیونکر ان لوگوں کی طرح ہو جائیں جن کی عقل ماری گئی ۔ اور جو شریروں کے قبضے میں ہوں ۔

قَوْلُہُ الْحَقُّ ۔ یہ قول کہ تم ہاروگے ہم جیتینگے ۔

یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ۔ بلانے کے دو طریق ہیں (۱) فرداً فرداً بلایا جائے ۔ (۲) بگل بجا کر تبلیغ کے بھی دو طریق ہیں ۔ (۱) کچھ کچھ آدمی داخل ہوں ۔ (۲) افواجاً داخل ہوں ۔ بذریعہ قہری نشانوں اور خاص تجلیات الہی کے ۔

اٰذَرَ ۔ کون تھا ؟ ایک بحث ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں ۔ کہ باپ کا نام تارا تھا ۔ آزر نہ تھا ۔ اس کا جواب حضرت مولوی صاحب دیتے تھے ۔ کہ اَب چچا کے معنوں میں بھی آتا ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے ۔ کہ اَبْ کیلئے دعائے مغفرت سے منع کر دیئے گئے تھے مگر والد کے لئے ربّ اغفرلی ولوالدی کی دعا ، آخری عمر کی موجود ہے ۔

میرے نزدیک اس کے علاوہ یہ بھی جواب ہے ، پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶ میں بیشک تارا آیا ہے ۔ مگر طالمود میں اس کا نام زارا آیا ہے ۔ اور لوقا باب ۳ آیت ۳۸ ۔ زارہ آیا ہے ۔ اور یہود کی تاریخ میں تارا معلوم ہوا ۔ کہ درحقیقت آزر ہی نام تھا ۔ اور یہ معمولی زبان کا انقلاب ہے ۔ واغفر لابی انہ کان من الضالین ۔ زندگی کی دعا ہے ۔ اور کافر کے لئے زندگی میں جائز ہے ۔ واغفر میں ہدایت کی طلب بھی ہے ۔ جو کفار کے لئے جائز ہے ۔ ہاں مرنے کے بعد کی دعا واغفر لوالدی ہے ۔ جس سے آپ منع کئے گئے ۔ اصحب الجحیم ہونے کا تبین مرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے ۔

رَاٰ کَوْکَبًا ۔ ستارے تو وہ روز دیکھتے تھے ۔ پس ظاہر ہے ۔ کہ یہ کسی مجلس مباحثہ کا ذکر ہے جہاں ھٰذَا رَبِّیْ بطور اعتراض و طنز کہا ۔

الْاٰفِلِیْنَ ۔ اللہ تعالےٰ کے لئے تو یہ ہے

کہ ہماری نظروں کی کمزوری ہے ۔ جو اسے نہیں دیکھتیں ۔ مگر ستاروں کا اپنا نقص ہے ۔ کہ وہ ظاہر نہ ہونے کی صورت میں اپنا اثر نہیں ڈال سکتے ۔

مِمَّا تُشْرِکُوْنَ ۔ اگر بعض شرک میں نعوذ باللہ مبتلا ہوتے ۔ تو مما اشرکت کہتے ۔ (د) اَتُحَآجُّوْنِّیْ فِی اللّٰہِ یہ بھی دلیل ہے ۔ اس کی کہ مباحثہ کے وقت ھٰذَا رَبِّیْ کہہ رہے تھے ۔

تِلْکَ حُجَّتُنَآ ۔ یہ بھی دلیل ہے ۔ کہ ھٰذَا رَبِّیْ میں دلائل دے رہے ہیں ۔

۱۳ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۶

وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ ۔ ضمیر راجع ہے ابراہیم کی طرف

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ ۔ اس سے نکالا جاتا ہے ۔ کہ ہر نبی کو کتاب ملی ۔ مگر اول تو یہ صحیح نہیں ۔ کیونکہ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور یحکم بھا النبیون ۔ آیا ہے ۔ جس سے معلوم ہوا ۔ کہ بعض انبیاء بغیر کتاب کے بھی آئے ۔ دوم ۔ بہت سی تفسیروں کے حوالے موجود ہیں ۔ جن سے پایا جاتا ہے ۔ کہ ہر نبی کو کتاب نہیں ملی (فتح البیان تفسیر کبیر ۔ ابوسعود) نیز یہ کہ ایتاء الکتاب سے مراد تفہیم کتاب ہے ۔ متی باب ۳ آیت ۱۷ ۔ (سوم) ۔

الذین اٰتینٰہم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ (بقرہ رکوع ۱۴)

(ب) والذین اٰتینٰہم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون ۔

پس ایتاء کتب سے مراد یہی نہیں ۔ کہ کتاب اس پر نازل ہو ۔ بلکہ جو ورثہ میں پائے ۔ اس کے لئے بھی اٰتینٰہم الکتٰب آسکتا ہے ۔ (ب) فالذین اٰتینٰہم الکتٰب یؤمنون بہ (عنکبوت رکوع ۵) اس پر کہا جا سکتا ہے ۔ کہ آیت زیر بحث میں حکم و نبوت کا لفظ ہے ۔ تو سنو ۔ سورہ جاثیہ میں ولقد اٰتینا بنی اسرائیل الکتٰب والحکم والنبوۃ آیا ہے ۔ حالانکہ بنی اسرائیل سب کے سب نبی تھے ۔

فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ۔ جو کہتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا اتباع اور اس کی اطاعت نہیں کرتا ۔ وہ اس آیت پر غور کریں ۔

رکوع ۱۷

مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ ۔ قدر کے معنی ۔ جیسی کسی کی حیثیت ہو ۔ اُسے سمجھنا ۔ انہوں نے اللہ کی شان کا اندازہ نہیں لگایا ۔ جیسا کہ ۔ آریہ قدر اللہ نہ پہچاننے کی وجہ سے غلطی میں گرفتار ہیں

ہیں ان لوگوں کی عقلوں کو مسخ شدہ سمجھتا ہوں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ نبی نہیں آسکتا۔ ثم ذرھم میں تنبیہہ فرمائی۔ کہ عذاب آئیگا۔

میں سحری کے بعد اسی فتنہ کے خیال میں لیٹا۔ تو میری زبان پر بڑے زور سے جاری کیا گیا۔ ما کان اللّٰہ لیہدیہم الا طریق جہنم (تین بار)

قراطیس۔ ورق ورق کئے بیٹھے ہو۔ کچھ ظاہر کی کچھ چھپائی۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ۔ جو آخری وحی (مسیح موعود) کو مانیگا۔ وہ محمد رسول اللّٰہ اور قرآن مجید کو بھی مانیگا یعنی تم نہیں مانتے۔ مگر ایک نبی اور اس کی جماعت اس پر ایمان لانے والی ہے۔

اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ۔ عذاب قبر کا ثبوت۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی۔ حالانکہ یوم الحشر کو تو بال بیٹے وغیرہ نہ ہونگے۔ پس یہ قبر کا مقام ہے۔

مَا خَوَّلْنٰکُمْ۔ جن اشیاء سے تم بڑائی کرتے تھے۔

رکوع ۱۸

اَلْحَبِّ وَالنَّوٰی۔ حب اپنی بناوٹ میں کچھ نرمی رکھتا ہے۔ اور نوی سختی۔ انسان بھی ہر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ دونو کی بارآوری خدا کے ہاتھ میں ہے۔

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ۔ پیشگوئی بھی ہے کہ وہ جو کمزور اور مُردہ سمجھے جاتے تھے۔ حاکم ہو گئے۔ اور جو زندہ تھے۔ محکوم ہوئے اور مر گئے۔

حُسْبَانًا۔ محل حساب۔ روشنی کا موجب۔

لِتَہْتَدُوْا بِہَا۔ جیسے ظاہری انتظام ہے۔ ویسے ہی باطنی انتظام۔ صاحب شریعت نبی شمس اور جو شریعت نہیں لاتے۔ وہ قمر اور مجددین نجوم۔

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ رحم ماں (دنیا ب) دنیا و قبر (ج) قبر و اگلا جہان۔

فَاَخْرَجْنَا بِہٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ۔ (۱) جس طرح بارش سے ہر قسم کی بوٹی نکل آتی ہے۔ اسی طرح وحی کے نزول پر ہر قسم کے انسان اپنی اپنی فطرت کے لحاظ سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ (۲) نبی کی بعثت کے بعد ہر قسم کے علوم دینی و دنیاوی میں ترقی ہوتی ہے۔ (۳) جماعت نبوی میں بھی ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔

خَضِرًا۔ ہرے ساگ (۲) کھیت (۳) شاخ درخت (۴) نرم نرم سبزی۔

اِذَآ اَثْمَرَ۔ اس سوال کا جواب آگیا۔ کہ نبی کو مان کر بھی ویسی ہی ذلت میں پڑے ہیں۔ فرمایا پھل آہستہ آہستہ کمال کو پہنچتا ہے۔

رکوع ۱۹

فَاعْبُدُوْہُ۔ انتہا درجہ کی محبت۔ انتہا درجہ کا تذلل۔ دو دو جودوں کیلئے نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی کے لئے ہو سکتا ہے۔ اور ایک ہی اس کا مستحق ہے۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ۔ بصر آنکھ۔ بینائی۔ علم ادرک الشی۔ لحقہ۔ (ب) وَہُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ خدا خود آنکھوں۔ بینائیوں اور علموں پر ظاہر ہوتا ہے۔ باوجود ظاہر ہونے کے پھر بھی ان حواس سے بالا کیوں؟

سوال۔ کہ جب خدا خود ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت انسان اس کو پالے گا۔ جواب یہی بتایا۔ کہ تم اپنی طاقت سے کچھ نہیں کر سکتے۔ میں فضل سے اپنے آپ کو تمہاری استعداد کے مطابق دیدار دے سکتا ہوں۔ کیونکہ خبیر ہوں۔ تمہاری ترپ سے آگاہ ہوں اور کما تری القمر لا تضامون میں اس دیکھنے کی تشریح فرمادی۔ کہ ہجوم نہیں ہوگا۔ جیسے چاند کو دیکھنے میں نہیں ہوتا۔ کہ کسی کی نظر سے اوجھل ہے

لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ۔ بجائے اس کے کہ نفع حاصل کریں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ خوب یاد کر کے آیا ہے۔ خوب سیکھا ہے۔ یہ تیرہوں کا قاعدہ ہے مبلغ کی تقریریں سُنکر کہ دیتے ہیں یہ بھائی خوب یاد کر کے آیا تھا۔ (۳) تاکہ یہ لوگ کہہ دیں۔ کہ تو نے خوب پہنچا دیا۔ سُنا دیا۔ پڑھ دیا۔

وَلَا تَسُبُّوْا۔ شرک کی خوب تردید کی۔ تو اب نصیحت کی۔ کہ سختی از روئے دلائل چاہیئے۔ جوش میں گالیاں نہ دینے لگ جانا۔ سب۔ خلاف واقعہ بات ہے (۲) امر واقعہ کا اظہار محض غصہ سے کہے۔ نہ کہ کسی ضرورت سے یہ بیتر فائدہ۔

زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَہُمْ۔ عمال کو خوبصورت دیکھنے کی طاقت اللّٰہ نے پیدا کی ہے۔ اسلئے اس کی نسبت اللّٰہ کی طرف ہے۔ اب اگر انسان اس طاقت کا بد استعمال کرے۔ تو یہ اس کا قصور ہے۔ (ب) ہم ہر ایک امت کو خوبصورت بنا کر دیتے ہیں۔ وہ کام جو ان کے کرنے کا ہے مثلاً لا تسبوا کو نہایت مدلل اور عمدہ طور پر پیش کیا۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ لا تاکید۔ پس یہ معنے بھی ہیں۔ کہ مان لینگے۔

آٹھواں پارہ

رکوع ۱

حَکَمہُمُ الْمَوْتٰی ۔ باپ دادا جو مر چکے ہیں ۔ وہ خواب میں آکر بتادیں ۔

اٰتَیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ ۔ کتاب کی سمجھ عطا کی ہے مسلمان ۔ (ب) فَلَا تَکُوْنَنَّ ۔ اسے دوسرے انسان جو اس جماعت اسلام سے نہیں ۔

اَلَّا مَا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ ۔ بعض لوگ یہ زخرف القول پیش کرتے ہیں ۔ کہ خدا کی ماری نہیں کھاتے ۔ اور اپنا ذبح کردہ کھاتے ہیں ۔ فرمایا ۔ اگر تم شرم سے نہیں کرتے ۔ تو پھر تعلیم بھی خدا کی بھیجی ہوئی مانو ۔ اور اس پر عمل کرو ۔ اس نے فرمایا ہے ۔ کہ ذبح کرکے کھاؤ ۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ ۔ اعتراض ہوتا ہے ۔ کہ یہ مکی سورۃ ہے ۔ اور مائدہ تو مدنی ہے ۔ پس اس کے مندرجہ احکام پر کیونکر فصل صادق آسکتا ہے ۔ میرے نزدیک اشارہ سورہ نحل کے احکام کی طرف ہے ۔ اس سے اگلے رکوع میں بھی حرام و حلال کے احکام ہیں ۔ مگر یہ ثابت کرنا رہ جاتا ہے ۔ کہ وہ اس آیت سے پہلے نازل ہوئے ۔

۱۴ جولائی ۱۹۱۷ء

رکوع ۲

نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ ۔ ظلمات سے نکلا ہے ۔ رستہ دیکھتے ہوئے ۔ اور پھر اس نور کو لیکر وہ لوگوں میں پھرتا ہے ۔

اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْہَا لِیَمْکُرُوْا فِیْہَا ۔ ہم نے اس کے مجرموں کو اکابر کردیا ۔ تاکہ نبیوں کی مخالفت میں دل کھول کر تدبیریں کرلیں ۔ اور جتنا زور لگا سکتے ہیں ۔ لگالیں ۔ تا انہیں ناکام رہنے پر معلوم ہوجائے ۔ کہ یہ کارخانہ خدا کا ہے ۔ (ب) ایسا ہی یعنی کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ بنادیا کرتے ہیں ۔ کہ ہر بستی میں بڑے بڑے مجرموں کو تاکہ وہ اس میں تجویز کریں ۔ (ج) مکروں کی وجہ سے اکابر کو مجرم بنادیا کرتے ہیں ۔ یعنی ان کا مکر سبب ہوجاتا ہے ۔ ہمارے اس جعل کا ۔

حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ ۔ بہت لوگ صداقت سے اسلئے محروم رہتے ہیں وہ کہتے ہیں ۔ کہ ہمیں بھی وحی و الہام ہوجائے تب مانیں ۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۔ یعنی تمہارے عقاید فاسد اور اعمال گندے پھر تم نبوۃ کے انعام جیسے نالائق کیونکر ٹھہر سکتے ہو ۔ نبی ہونیوالا قبل از نبوۃ اپنے تزکیہ نفس سے

خدا کے اس فضل کا جاذب اپنے تئیں بناتا ہے ۔ اس کا نام اکتساب نہیں ۔ جس کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے مسیح موعود کی نبوت کو کچھ لوگ اکتسابی ٹھہراتے ہیں ۔ اگر نبی قبل از نبوت اپنی کوشش سے اپنے آپ کو نیک اعمال کرنے والے نہ بنائیں ۔ اور خدا کی موہبت کے مورد نہ بنتے ہوں ۔ کہ خدا ان کو پکڑ نبوت دیدیتا ہے تو پھر ہم پر نبیوں کو فضیلت کیا ہوئی ؟ نبی بننے والے کی حالت یہ ہوتی ہے ۔ کہ فرمانبرداری اطاعت ۔ حکم ماننے اور ممنوع سے رکنے کے لئے اس کا سینہ کھلا ہوتا ہے ۔ اور وہ اس کیلئے اپنے سینہ میں کوئی مضائقہ نہیں پاتا ۔

فِی السَّمَآءِ ۔ بلندی ۔ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے سانس پھول جاتا ہے ۔

عِنْدَ رَبِّہِمْ ۔ خادم اپنے آقا سے دور نہیں ہوگا ۔ محب اپنے محبوب کے پاس ہوگا ۔ کیونکہ بڑی سے بڑی آسائشگاہ محبوب سے دور رہنے کی صورت میں کچھ لطف نہیں دیگی ۔

وَہُوَ وَلِیُّہُمْ ۔ یعنی ولایت و دوستی کا معاملہ ہوگا ۔

اسْتَکْثَرْتُمْ ۔ بہت سا لینے کی خواہش کرنی ۔ بہت سے انسانوں کے ورغلانے کی خواہش تھی ۔ (ب) انسانوں میں سے بہتوں کے ساتھ معاملہ کیا (اغوا کا) یہ سا استکثرتم ا ستمتع بعضنا ببعض ۔ میں اس بات کا کہ جن وہ مخلوق خاص مراد نہیں ۔ بلکہ اکابر و امراء مراد ہیں ۔ کیونکہ امراء و غرباء ہی ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔

نُوَلِّیْ ۔ دوست بنادیا کرتے ہیں ایک دوسرے کا بوجہ اتحاد اعمال ۔ اس سے حاصل ہوا ۔ جب بھی جماعت میں تفرقہ پڑنے لگے ۔ تو اتحاد غرض پیدا کردینی چاہئے ۔ (ب) حاکم بنادیا کرتے ہیں ۔ بطور سزا +

رکوع ۱۶

وَاَہْلُہَا غٰفِلُوْنَ ۔ معلوم ہوا ۔ کہ عالمگیر عذاب کے وقت نبی کی بعثت ضروری جو غافلوں کو بیدار کرتا ہے ۔ مسیح موعود کے وقت بھی عذاب تمام دنیا پر آیا ۔ نبی کریم کے وقت بھی ایسا ہی ہوا ۔ رسول کے لئے یہ ضروری ہے ۔ کہ وہ اپنی دعوی (نبوت) بھی علی الاعلان کردے ۔ یہ ضروری نہیں ۔ کہ فرداً

خبر ہو چکا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کا مضمون
ریویو میں موجود ہے۔ کہ کوئی ثابت تو کرے۔
کہ مسیح موعود کا نام تمام دنیا میں نہیں پہنچا۔
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔ جس کے نتیجہ
میں ہلاک ہونگے۔

وَصْفَهُمْ۔ ان کے بیان کے بدلہ میں ۔

رکوع ۴

وَلَا تُسْرِفُوا۔ کھانے میں اسراف نہ کرو۔ صدقہ
دینے میں بھی اسراف جائز نہیں۔ کہ پیچھے بھوکے
مرو۔ اور برابر درست دو۔

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے کھانے کی غرض
سے دیا ہو۔ نہ یہ کہ چرایا گیا ہے۔ کیونکہ کئی اشیا
ایسی ہیں جو فی الحقیقت حرام ہیں۔

ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ۔ زوج وہ جو دوسرے کا
محتاج ہے۔

ضَأْنِ۔ بکری والے دنبہ۔ مَعْزٍ۔ صوف
والا۔ بے صوف۔

رکوع ۵

فَاِنَّهٗ رِجْسٌ۔ یہ تینوں چیزیں رکھی ہوئی ہیں
ناپاک اور ضرر رساں ہیں۔

فِسْقًا۔ (۱) یکی ہوئی نیت کے ساتھ اور کیونکہ فسق (ب)

خدا کی فرمانبرداری سے نکال لینے والی۔ جیسے اُهِلَّ
لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔

فَمَنِ اضْطُرَّ۔ صرف کھانے کی چیزوں کے
متعلق فرمایا۔ اور ایسے حرام کے کھانے پر مجبور
ہونا بھی کسی گناہ کی شامت ہوتی ہے۔ اس لئے
غفور رحیم فرمایا۔

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا۔ اللہ تعالیٰ نے
جو فرمایا ہے۔ کہ اگر ہم چاہتے۔ تو یہ لوگ شرک نہ
کرتے۔ تو اس سے اور مراد تھی۔ اور تم جو کہتے ہو۔ تو از
راہ شرارت ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ایسا قول
کہنے والوں کو ہمیشہ سزا ملتی رہی ہے۔ اللہ نے جو
فرمایا۔ تو یہ مطلب تھا۔ اگر ہم جبر کرتے۔ تو کوئی مشرک
نہ ہوتا۔ مشرکین کا مطلب کہ ہم تقدیر سے مجبور
ہیں۔ فرمایا۔ اگر مجبور کرنا ہوتا۔ تو قدوس خدا ہدایت
پر مجبور کرتا۔

رکوع ۶

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ شرک نہ کرنا حرام ہے
یہ معنی غلط ہیں۔ لا تاکید کے لئے ہے۔ پس معنی
ہوئے۔ شرک کرنا حرام ہے۔ (۲) ما حرم دو طرح
کے معنی ہیں۔ جو واجب کیا ہے۔ تم پر تمہارے رب نے
(الف) ملاق۔ مال کے خرچ ہو جانے کی وجہ سے تم

ان کو مارتے ہو۔ مگر خود تمہارے لئے بھی روپیہ
نہیں۔ تم اپنے آپ کو زندہ رکھنا چاہتے ہو۔

رکوع ۷

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا۔ وہ نفس مراد ہے۔ جس پر
عذاب وارد ہو چکا ہو۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ۔ بوجھ اٹھانے سے مراد کہ یہ خالی
ہو جاوے۔ اور اس پر بار پڑ جائے۔ ورنہ بدی سکھانے
والے کو بھی سزا ملے گی۔ اور جس نے بدی کی
اُسے بھی۔

سَرِيْعُ الْعِقَابِ۔ ہجرت کے بعد فوراً ۔

۱۵ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

سورۂ اعراف

رکوع ۸

فَجَآءَهَا۔ یہ امر غور طلب ہے۔ کہ پہلے اَهْلَكْنٰهَا
آ چکا ہے۔ اب اس کے بعد جاءھا کے کیا
معنی؟ پہلا جواب یہ ہے۔ کہ فعل سے بعض اوقات
ارادہ فعل مراد ہوتا ہے۔ یعنی ہلاکت کا ارادہ کیا
تو ان پر عذاب آیا۔ دوم ف بمعنی واؤ۔ ترتیب
ضروری نہیں۔ یعنی دو باتیں کر دیں۔ ہلاکت اور عذاب

کا آنا۔

وَالْوَزْنُ۔ موازنہ حتمہ ایسا ہوگا۔ جس میں
کوئی کمی بیشی غلطی نہ ہو گی۔ الحق وزن کی صفت ہوگی

يَظْلِمُوْنَ۔ ان آیات پر تمسخر کرکے یا ان کی
خفت کرکے ان کو اصلی یا وقعت سے گرانے
کی کوشش کرتے تھے (ب) ثقلت اور خفت
میں بتایا نہیں۔ کہ بھاری کیا ہوگا۔ نیکیاں یا
بدیاں۔ اس میں یہ نکتہ بتایا ہے۔ کہ نیک
اعمال ہی قائم رہنے والی چیز ہے۔ وہی باقی
اور اس کا بوجھ ہوگا۔ اور بدی تو اڑ جانے والی
ہے۔ وہ باد ہو جاوے۔ اس کا وزن ہی کیا
ہوتا ہے۔ وزن سے مراد ترازو بٹے وغیرہ
نہیں۔ بلکہ دنیا میں مجسٹریٹ مرد و زن
وغیرہ موازنہ کرتے ہیں ۔

رکوع ۹

لِاٰدَمَ۔ خَلَقْنٰكُمْ کے تعلق کی وجہ سے
آدم سے مراد ہر آدمی ہے جس کے ساتھ فرشتے
بھی ہوتے ہیں۔ اور ابلیس بھی۔ دوم یہ کہ پہلے
عام انسانوں پر احسان ہوئے۔ اسکا ذکر کیا
يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ بعث ہر انسان کا وہ
دن جب اس کی روحانیت ایسی ترقی کر جاتی

ہے۔ کہ بدتحریک اثر نہ کرے۔

اَغْوَیْتَنِیْ۔ اھلکتنی۔ غوی الرجل فسد الامر علیہ۔

وَعَنْ اَیْمَانِہِمْ۔ اوپر اور نیچے کی جہت بیان نہیں کی۔ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ۔ ظاہر کھلم کھلا وَمِنْ خَلْفِہِمْ۔ پوشیدہ طور سے

عَنْ اَیْمَانِہِمْ۔ دین کے رنگ میں شرارتیں۔

وَعَنْ شَمَآئِلِہِمْ۔ دنیا کے رنگ میں۔

سَوْاٰتِہِمَا۔ بدی۔ بدخصلت۔ شرمگاہ یہاں کمزوریاں مراد ہیں۔ کیونکہ ولاتعریٰ کا وعدہ موجود ہے۔

اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیْنِ۔ دینی ترقی کا دھوکہ دیا

طَفِقَا یَخْصِفٰنِ ان سے وعدہ تہا۔ کہ کہ جنّت میں ننگے نہیں ہونگے۔ پس اس کے معنے یہ لینے پڑینگے۔ جو لغت میں بھی ہیں۔ کہ وہ جنت میں پہونچنے کے ذرائع استعمال کرنے لگے

رکوع ۱۰

لِبَاسُ التَّقْوٰی تقوے جو لباس کی طرح ساری روح پر چھا جائے۔

مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَہُمْ۔ شریر انسان بعض کمزوری ایسے طور پر دیکھ لیتا ہے۔ کہ خود اس کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اس میں کیا کمزوری ہے۔ اور مجھ پر کیا حملہ سوجھا ہے۔

حَقَّ عَلَیْہِمُ الضَّلٰلَۃُ۔ حق ایسے ثبوت کے معنوں میں آتا ہے۔ جس کا وہ مستحق قرار پا چکا ہو

زِیْنَتَکُمْ۔ جو اس زمانہ میں اس قوم میں پورا لباس سمجھا جاتا ہے۔ وہ پہنکر نماز پڑہنی چاہیے

رکوع ۱۱

الْاِثْمَ۔ اثم۔ جب امر فاحش انتہائی حد کو پہنچ جائے۔ اور جب اس کا اثر دوسرے تک پہنچنے لگے۔ تو یہ بغی ہے۔

یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً۔ یعنی نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں۔ کہ وہ گھڑی اپنے اوپر آنے ہی نہ دیں۔ نہ آگے نکل جاتے ہیں اس گھڑی سے۔

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ۔ جو لوگ لکل امۃ رسول سے نکالتے ہیں۔ کہ اُمّت محمدیہ میں ایک ہی رسول ہو سکتا ہے۔ وہ غور کریں۔ اجل کے معنے عذاب ہیں۔ تو عذاب ہر اُمت پر کئی بار آتا ہے ہلاکت اور موت بھی یکدم سب پر نہیں آتی۔

اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ۔ جو لوگ امّا سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کہ آئندہ امت محمدیہ رسولوں کی بعثت کا سوال ختم ہی ہے۔ وہ یاد کریں۔ کہ امّا یاتینکم منی

ھدًی آچکا ہے۔ اور ہدایت برابر آتی رہی ہے مضارع کے متعلق امّا اور فعل سب یقینی الوقوع امور کے لئے ہے۔ لِکُلٍّ ضِعْفٌ ہر ایک کے لئے بڑہ چڑہ کر۔

رکوع ۱۲

لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یعنی وہ مستحق نہیں۔ اپنے فضل سے چاہیں۔ تو کردیں۔

مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ۔ پہلے ربّنا کہا۔ اب ربّکم کہ کر ان پر حجت قائم کی۔ کہ تمہارا محسن تہا۔ جس کی تم نے نافرمانی کی۔ تمہارے گناہ اس قسم کے ہیں۔ کہ ایسی محسن ہستی نے جو رب تہا۔ سزا دینی ضروری سمجھی۔

عَلَی الْاَعْرَافِ۔ اونچے ٹیلوں پر۔ یعنی وہ معززین اہل جنت ہوں گے۔

لَمْ یَدْخُلُوْھَا۔ اے اصحاب الجنۃ۔

رکوع ۱۴

یُرْسِلُ الرِّیٰحَ۔ اسی طرح زمانہ میں ہوا چل رہی تھی۔ جس نے وحی نبوت کا بادل برسایا۔ مُردہ شہر زندہ ہوئے۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق پھل نکالا۔ شریر شرارتوں میں بڑھے۔ اور نیک فطرت والے نیکیوں کی طرف۔

رکوع ۱۵

الْمَلَاُ۔ ایسے لوگ جن سے مجلس بھر جائے۔ بڑے لوگ۔ سردار۔

وَلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ۔ اس میں بتایا۔ کہ رستہ وہ بھولا کرتا ہے۔ جو اس شہر کی طرف جا رہا ہو۔ مگر جو اس شہر سے آرہا ہو۔ اس کے بارے میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ رستہ بھول گئے۔ پس آپ نے کہا۔ میں تو اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آرہا ہوں۔ کیونکر گمراہ ہو سکتا ہوں۔

رکوع ۱۶

لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ۔ اگر میں عقل سے خدا کی ہستی کا مدعی ہوں۔ تو مجھے دھوکہ لگ سکتا تھا۔ مگر میں تو خدا کو دیکھ کر اس کا پیغام لیکر آرہا ہوں۔ اور انہوں نے کہا۔ جھوٹے ہو تو اسکا جواب دیا۔ کہ میں تمام معاملات میں امین ہوں خدا کے بارہ میں کیونکر جھوٹ بول سکتا ہوں۔

دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا۔ جڑ۔ مدبر۔

۱۶ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

رکوع ۱۷

فَذَرُوْھَا۔ کوئی سوار ہو۔ تو اس کی سواری کو روکنے کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ سوار کو روکنا چاہتے ہیں پس اونٹنی کو روکنے سے مراد حضرت صالح کو تبلیغی دوروں سے روکنا ہے۔ اسے بطور نشان ٹھہرایا

مِنْ سُهُولِهَا ۔ فی سہولہا ۔ (۲) نرم مٹی یعنی اینٹوں سے بناتے تھے ۔

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ ۔ وہ سنتے تو نہ تھے ۔ مگر یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے ۔ کہ وہ اپنے دل کا افسوس اسطرح نکالتا ہے ۔

يَتَطَهَّرُوْنَ ۔ بظاہر بہ تکلف پاک بنتے ہیں ۔ ورنہ ہمارے جیسے ہی ہیں ۔

وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۔ اہل میں سے بی بی کا استثنا دبتاتا ہے ۔ کہ بیوی اہل میں داخل ہے ۔ نیز بیوی کے سوا اور بھی ہیں ۔ جو اہل میں داخل ہیں ۔ شیعہ اور ان کی مخالفت میں غلو کرنے والے دونوں فرقوں کا رد ۔ طالمود سے پتہ لگتا ہے ۔ کہ بی بی بھی ایمان رکھتی تھی ۔ مگر اس کا قصور یہ تھا ۔ کہ وہ کافروں سے تعلقات ریگانگت رکھتے ہوئے ان کو خبریں دینے جاتی ۔ اس لئے کافرہ قرار دی گئی ۔

مَطَرًا ۔ زلزلہ آکر زمین ٹکڑے ہو گئی ۔ اور اوپر اڑ کر نیچے گریں ۔ اوپر سے پتھر برسنے سخت ؟ ثابت نہیں ۔ آتش فشاں پہاڑوں سے لاوا اڑتا ہے ۔ تو کئی کئی میل تک پتھر اڑ کر پڑتے ہیں ۔

نواں پارہ

رکوع ۱

قَدِ افْتَرَيْنَا ۔ جب اس دین کو چھوڑ دینگے ۔ جسے خدا کی طرف سے بتاتے تھے ۔ تو دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہونگے ۔ کہ حضرت شعیب خدا پر افترا کرتے رہے ۔ اسکی وحی سے نہیں تھا ۔ جو کچھ فرماتے ۔

اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۔ اس لئے کہ شعیب کو وہ کمزور سمجھتے پس اس کیساتھ جو ملتا ۔ انکے نزدیک وہ نقصان اٹھانے والا تھا ۔ دوم اسلئے کہ شعیب ان کے مدمقابل تھے اب ان لوگوں سے کہا ۔ تم شعیب کے ساتھ ملو گے ۔ تو ہم تمہیں بھی نقصان پہنچائینگے ۔

رکوع ۲

بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ یہاں سیئۃ کے معنے دکھ اور الحسنہ کے سکھ ۔ جزاءُ سیئۃ کے معنوں میں بھی اس سے مدد ملتی ہے ۔

رکوع ۳

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ ۔ دوسرے موقعہ پر کانہا جان فرمایا جس سے ثابت ہے ۔ کہ بوجہ مشابہت اختراز ثعبان (بڑے سانپ) کو جان (چھوٹے سانپ) سے تشبیہ دی ۔ لغت میں یہ بھی آیا ہے ۔ کہ ثعبان اور حیہ مترادف ہیں ۔ تیسرا جواب ہے ۔ کہ فرعون کے سامنے ثعبان آیا ہے ۔ اور جان صرف موسیٰ کو دکھایا ۔

وہاں جان کیونکہ اول الذکر کو ڈرانا مقصود تھا ۔ دوسرے کو صرف نظارہ قدرت دکھانا ۔

میرے نزدیک یہ نظارہ کشف میں دکھایا گیا ۔ اور ایسے کشوف بھی ہوتے ہیں ۔ جس میں صاحب کشف کے سوا دوسرے بھی دیکھتے ہیں ۔

انشقاق قمر کا بھی ایسا ہی معاملہ تھا ۔ اگر ظاہر میں چاند دو ٹکڑے ہوتا ۔ تو رصدگاہوں سے (جن کی طرف لوگوں کی توجہ اس زمانے میں بہت تھی) ضرور شہادت ملتی ۔ ایسے کشوف میں صرف نظارہ دکھا کر رعب ڈالنا ہی مقصود نہیں ہوتا ۔ بلکہ ان میں ایک زبردست پیشگوئی ہوتی ہے ۔

اس کشف میں یہ سمجھایا گیا ۔ کہ موسیٰ کی جماعت سانپ بنکر تم کو کھا جائیگی ۔ اور اس کا دین روشن ہوگا ۔ اور بے عیب ثابت ہوگا ۔ اور اس کی تائید و نصرت بیّن ہوگی

رکوع ۴

سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ ۔ ایسا کام کیا ۔ جس سے آنکھیں دھوکہ میں آگئیں ۔

فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ ۔ یہاں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ۔ کہ سونٹا مار کر ان سپولیوں کی حقیقت واضح کر دی ۔

رکوع ۵

سَنُقَتِّلُ ۔ یہ دھمکی تھی ۔ اس فرعون نے اسے پورا نہیں کیا ۔ اس کا باپ ایسا کرتا تھا ۔

رکوع ۶

بِالسِّنِيْنَ ۔ مصیبت کی گھڑیاں ۔ دن ۔ سال بھولتے نہیں ۔ اس لئے قحط کو بھی سنین کہنے لگے ۔

طٰٓئِرُهُمْ ۔ اعمالنامہ ۔ سبب خیر ۔ سبب شر ۔

الطُّوْفَانَ ۔ دیکھو خروج باب ۷ ۔ ۸ ۔ ۹ ۔ ۱۰

(ب) الْقُمَّلَ ۔ ٹڈی بے پر ۔ مچھر ۔ سرسری ۔ چچڑ ۔

بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۔ ان دعاؤں کے ذریعے جو اس نے تجھے سکھائی ہیں ۔ (۲) ان عہدوں کا واسطہ دے کر جو اس نے تجھ سے کئے ہیں ۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ۔ نجعلہم الائمہ ونجعلہم الوارثین ۔

اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا ۔ صرف توجہ قائم رکھنے کیلئے ایک مجسمہ چاہا ۔ توحید کا اثر تھا ۔ اسلئے بہت سے بت نہیں چاہے ۔

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ فرعونیوں کے زیر اثر رہ کر یہ تقریباً انہی کے ہم مذہب اور رسوم کے متبع ہو چکے تھے ۔ جب ایسی سخت مصیبت پڑی ۔ تو یکدم سنبھلے ۔ اور فرعونیوں سے نفرت ہو گئی ۔ ہندوستان میں مسلمان بہت سی ہندوؤں کی رسمیں لے چکے ہیں ۔ مگر آریہ سماج کی مخالفت سے اب اپنی

قومیت کو قائم کرتے جاتے ہیں۔ عورتوں کو زندہ رکھنا
بھی ایک انعام ہے۔ کہ نسل کشی نہ ہوئی ✦

اعلم

رکوع ۷

ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً۔ اصل مقصود راتیں نہ تھیں بلکہ وہ چیز۔ پس اس کو خدا نے چالیس کے عدد سے پورا کیا۔

لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۔ ہوشیار کیا کہ یہاں کچھ مفسد رہتے ہیں۔ انکے فریب میں نہ آنا۔

اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ۔ چونکہ پہاڑ آجتک اپنی جگہ پر کھڑا ہے ٹکڑے ہونا الگ بات ہے۔ اس لئے حضرت موسےٰ نے ضرور تجلی ربانی دیکھی۔ اور بے ہوش ہوکر گر پڑنے سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ کچھ دیکھا جبھی یہ حالت ہوئی۔

یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا۔ ایک عزیمت ہوتی ہے ایک رخصت۔ تو محض رخصتوں ہی کو نہ لے بیٹھنا ✦

۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

رکوع ۸

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ منکر نبی کی مخالفت سے جو نقصان اٹھاتے ہیں۔ وہ بیان کرکے اب بتایا ہے۔ کہ حقیقی ماننے والے وہی ہیں۔ جو اس نبی کی تعلیم پر چلیں۔ دوسرے لوگ بھی خاسرین میں سے ہی ہیں۔

لَا یُكَلِّمُهُمْ۔ حقیقی معبود تو کلام کرتا ہے۔ کسی زمانہ میں گونگا نہیں ہوتا۔ پھر وہ کلام ہدایت دینے والا ہو۔ پُر جلال ہو۔ اپنے اندر الوہیت کی طرف سے ہونے کے ثبوت رکھتا ہو۔

سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ۔ شرمندہ ہوگئے۔

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ۔ القی کے معنوں کے متعلق بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ القی کے معنے رکھنے کے ہیں۔ اور پھینکنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ غصے میں زور سے رکھ دی ہوں۔ تو قوم کی تباہی کو دیکھتے ہوئے کیا حرج ہے۔ غصہ کوئی نفسانی تو تھا ہی نہیں۔

ابْنَ اُمَّ۔ یہ محبت کی تحریک کیلئے کہا۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ ماں کے ہی بیٹے تھے۔

اسْتَضْعَفُوْنِیْ۔ کمزور سمجھا۔ حکومت رعب ہی سے چلتی ہے۔ جب کسی کو کمزور سمجھا جائے۔ تو سیاست نہیں چلتی۔

فَلَا تُشْمِتْ۔ حضرت ہارون نے نہایت خوبی سے اپنی بریت کی۔ (۱) رحم کی تحریک کی (۲) اپنی پوزیشن بتائی۔ (۳) قوم کی حالت دکھائی۔ (۴) دشمنوں کی شماتت سے غیرت دلائی۔ (۵) اپنی بریت کی۔

کریں ان میں سے نہیں۔ (ب) حضرت موسیٰ کے خدا نے بتا دیا۔ کہ اپنے انتخاب کا کیا نتیجہ ہوتا ہے ✦

رکوع ۹

فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے الہام کے ساتھ قرآن مجید کی مانند دلائل نہ ہوتے تھے۔ اس لئے اس کے ساتھ ظاہری جلالی نشانات ہوتے تھے۔ مثلاً کلام سے پہلے زلزلہ عذاب سمجھے۔ اس لئے سفارش فرمائی۔

رکوع ۱۰

النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ۔ اُمّی یعنی (۱) ان پڑھ (۲) ام القریٰ سے تعلق رکھنے والا۔ (۳) میرے نزدیک یہ معنی ہیں ام سے تعلق رکھنے والا یعنی معصوم گناہوں سے جیسے گود کا بچہ۔

مَكْتُوْبًا۔ استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸۔ جب انہوں نے کلام سننے سے انکار کیا۔ تو اس گستاخی کی سزا میں فرمایا۔ کہ اب ان انعامات خاصہ کے وارث بنی اسمٰعیل ہونگے۔

عَزَّرُوْهُ۔ تقویت دیں۔ عزت دیں۔ تعظیم کریں۔ بچائیں۔

وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ۔ وہ عہد جن کے توڑنے کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق تھے۔ اس نبی پر ایمان لاکر چھوٹ گئے۔

رکوع ۱۱

اُمَّةً مِّنْهُمْ۔ یہ اچھے لوگ نہ تھے۔ بلکہ درحقیقت انہی میں سے تھے۔ ٹلانے کیلئے کہہ دیا

كُوْنُوْا قِرَدَةً۔ نرے نقال بن جاؤ گے حقیقت نہیں رہے گی۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ سچ مچ بندر نہیں بنے تھے۔

وَدَرَسُوْا۔ (۱) خوب سمجھ لیا تھا۔ (۲) مٹا دیا۔ جو اس میں تھے۔ چھوڑ بیٹھے۔

نَتَقْنَا۔ ہلا دیا۔ زلزلہ زلزالاً کبیراً ✦

رکوع ۱۲

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ۔ جو حدیث اس آیت کے متعلق بیان کی جاتی ہے۔ اس کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ میرے نزدیک یہ نبیوں کے وقت ہوتا ہے۔ آدم نہیں کہا۔ بلکہ بنی آدم فرمایا۔ ولعلهم یرجعون سے بھی ثابت ہے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى۔ نبیوں کی معرفت ہوتا ہے۔ کوئی آکر یہ تو نہیں کہتا۔ کہ اللہ نے مجھ سے جو وعدہ لیا تھا۔ وہ مجھے یاد آگیا۔ ایمان لاتا ہوں ✦

إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ اس پر پتھر مارنے کے
لئے اٹھائے۔ (دُکھ پہونچے تو بھی۔ سکھ پہونچے
تو بھی زبان نکالتا ہے) اسی طرح وہ شخص بھی بیقرار
ہی رہا۔ اطمینان نہ پایا۔ ایک واقعہ بھی ہوا ہے۔
مگر کوئی وجہ نہیں۔ کہ بغیر اس واقعہ پر چسپاں
کرنے کے اس آیت کے معنے نہ ہو سکیں۔

رکوع ۱۳

ذَرَأْنَا۔ تیار کئے ہیں۔ وہ لوگ کون ہیں؟
بتادیا۔ لَهُمْ قُلُوبٌ الآیۃ۔ یعنی ہم نے ان
کو تمام طاقتیں دی تھیں۔ انہوں نے غیر محل پر
خرچ کیا۔ یا ان سے کام نہ لیا۔
بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔ جانور کو اس کا آقا بلائے
تو آجاتا ہے۔ مگر یہ خدا کی آواز پر لبیک نہیں کہتے۔
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ۔ مشرک بعض صفات
کا مظہر بتوں کو ٹھہراتے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ ہی کو
پکارو۔ جو ان صفات والا ہے۔ نہ کہ صفات
کے مظہر قرار دے کر الگ وجودوں کو۔
وَأُمْلِي لَهُمْ۔ یہ اپنا رحم بتایا۔ میں ڈھیل
دیتا ہوں۔ میری تدبیر پختہ ہے۔ پس سزا میں جلدی
کی ضرورت نہیں۔ کہ آخر قبضے میں ہیں۔
مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ۔ پہلے اس آدمی
کے افعال اقوال پر غور کرتے۔ پھر الٰہی پیغام پر
غور کرتے۔ پھر دنیا کے انقلاب پر کہ اس مامور کے
لئے کیا کچھ ہو رہا ہے۔ پھر اپنے حالات پر غور کرتے
حَفِيٌّ عَنْهَا۔ بڑا واقف (رب) تو بھی اسی کی
ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔

رکوع ۱۴

مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ ایک باپ سے۔ (ب) فَتَعَالَى
اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُونَ۔ یہ ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ یہ
آدم کا ذکر نہیں (ج) صالحاً۔ خدمت گذار۔
أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا۔ اس سے
بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُردے خود نہیں سنتے ہاں
اللہ چاہے۔ تو جو آوازیں چاہتا ہے۔ ان تک پہنچا
دیتا ہے۔ (خواہ وہ جوتی کی آہٹ ہی کیوں نہ ہو)
یہ نہیں کہتے۔ کہ جیسے زندہ آدمی براہ راست سُن
لیتا ہے۔ اس طرح بلکہ اور دیتا ہے۔ ایک دفعہ
بدر میں مضمون نکلا۔ کہ مُردے سنتے ہیں۔ اس پر
ہمارے قاضی صاحب (اکمل) نے ایک مضمون
لکھا۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے بھیجا۔ کہ حضرت
مسیح موعودؑ سے پوچھ آؤ۔ آپ نے فرمایا مُردے
سنتے تو ہیں۔ مگر اس طرح نہیں۔ جیسے زندہ۔
بلکہ جو آواز خدا چاہے۔ ان تک پہونچا دیتا ہے۔

نَزْغٌ۔ طعنہ دے۔ جوش دلائے۔ تو خدا
سے پناہ مانگو۔ اسی سے مدد چاہو۔
طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ شیطان کی طرف سے
کوئی غصہ کی بات۔
فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ صبر کرنے سے اور
تسبیح و تحمید سے دماغ تیز ہو جاتا ہے۔ اور دلائل
سوجھنے لگتے ہیں۔ غصہ میں آنے سے عقل ماری
جاتی ہے۔ مبلغ یاد رکھیں۔ بعض ہوشیار مباحث
غصہ میں لاکر ہوش مار دینا چاہتے ہیں مبلغ کو غصہ
و جوش بے جا میں نہیں آنا چاہئے۔ بلکہ کوئی
ایسی بات ہو۔ تو ٹال جائے۔
فَاسْتَمِعُوا لَهُ۔ جب تک خدا کا کلام سُنو گے
نہیں سمجھو گے۔ کیا؟

۱۸ جولائی ۱۹۱۷ء

سورۃ الانفال

رکوع ۱۵

الْأَنْفَالُ۔ اخراجات سے زائد مال جو آجاوے
جو چاہے بغیر محنت کے آئے۔ یا محنت سے خواہ خرچ بڑھ
کر آئے۔ یا کم آئے۔ وہ غنیمت کہلاتا ہے۔
يَسْأَلُونَكَ۔ یعنی استقبال میں پیشگوئی ہے
کہ مسلمانوں پر ایک ایسی ترقی کا زمانہ آنیوالا ہے
کہ انہیں انفال مال آئے۔ اور وہ اس کی تقسیم
کی نسبت اللہ کا حکم دریافت کرینگے۔
أَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ مال جب آتے ہیں۔
تو اس کے ساتھ فتن اور جھگڑے ہوتے ہیں۔
اسلئے یہ ارشاد فرمایا۔
کما۔ اِذ (ب) واؤ قسم کے معنوں میں بھی آتا
ہے (ج) لهم درجات جیسے یہ بات۔ ایسے ہی
لَكَارِهُونَ۔ مسلمان ناپسند کرتے تھے۔ کہ
تلوار اٹھائیں۔ کیونکہ وہ نرمی چاہتے تھے۔ وہ
ان مصلحتوں سے ناواقف تھے۔ جو اس میں نہاں
تھیں۔ انکی رائے تھی۔ کہ خدا تعالےٰ خود ان کو ہلاک
کر دے گا۔
يُجَادِلُونَكَ۔ کافر لوگ نہ کہ مومن۔
بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ۔ فرشتوں کی مدد یہی ہے
کہ وہ ہر مومن کے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ کہ
بڑھے چلو۔ ورنہ یوں تو ایک فرشتہ ہی عذاب کا
کافی ہوتا ہے۔ کافروں کو نظر بھی آگئے۔ جس
سے رعب میں آ گئے۔ دیکھو آیت فثبتوا
الذین امنوا۔

رکوع ۱۶

لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ ۔ مفسرین نے حکایت بیان کی ہے ۔ کہ صحابہؓ کو احتلام ہو گیا ۔ اور بارش کا پانی نہانے کے کام آیا ۔ حالانکہ تاریخی طور سے ثابت ہے ۔ کہ تیمم پر تیقنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا ۔ پس انہیں بارش سے نہانے کی لئے ضرورت نہ تھی ۔ رجز الشیطٰن سے غالباً دہوکہ لگا ہے ۔ کہ سب کو احتلام ہو گیا ۔

اصل بات یہ ہے ۔ کہ میدان نیچے تھا ۔ اور ریت بہت تھی ۔ صحابہ نے خیال کیا ۔ پاؤں کھب جائینگے ۔ خدا نے بارش کی ۔ ریت میں پانی پڑا ۔ تو پاؤں خوب چلنے لگے ۔ (ا) لیطھرکم بہ ۔ ام کو گھبراتے تھے ۔ صبح دیکھا ۔ تو بارش سے وہ تکان رفع ہو چکی ۔ (ب) شیطان کا عذاب یعنی دشمن کا حملہ دور کرے ۔ (ج) تمہارے دل مضبوط ہو جائیں ۔ (د) پاؤں جمیں رہیں ۔ نہ کھبیں نہ پھسلیں ۔

فَاضْرِبُوْا ۔ یعنی ایک طرف مسلمانوں میں وہ زور کہ وہ گردنیں کاٹتے چلے جائیں ۔ دوسری طرف کافروں کے ہاتھ شل ہو جائیں ۔ وہ کچھ کام نہ کر سکیں ۔

زَحْفًا ۔ بڑا لشکر ۔ طلیعہ کے لئے یہ حکم نہیں ۔ بلکہ اُسے تو لوٹنا چاہیئے ۔

مَا رَمَيْتَ ۔ مسلمانوں کی طرف سے کافروں کی طرف تیز ہوا چل رہی تھی ۔ اسلئے مسلمانوں کو بہت مدد ملی ۔

رکوع ۱۷

فِتْنَةً ۔ آزمائش کے لئے ہوتا ہے ۔ اس سے ایمان و اخلاص کفر و نفاق کا پتہ لگتا ہے ۔

رکوع ۱۸

اِلَّا مُكَآءً ۔ یہ مطلب نہیں ۔ کہ نماز سیٹیاں بجا کر پڑھتے ۔ بلکہ یہ کہا ۔ کہ آج ان کی حالت یہ ہو گئی ہے ۔ کہ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے ہیں ۔ اور لغو حرکتیں کرتے ہیں ۔

دسواں پارہ

فِي مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۔ رؤیا میں دشمن تھوڑا دکھایا جانے کی یہ تعبیر ہے ۔ کہ دشمن شکست کھائیگا ۔ چنانچہ خود ہی فرمایا ۔ اگر زیادہ دکھاتا ۔ تو یہ تعبیر ہوتی ۔ کہ تم شکست کھاؤ گے ۔

وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ ۔ کفار تمہیں بہت

حقیر سمجھتے ۔

رکوع ۲

رِيْحُكُمْ ۔ اچھی چیز ۔ رحمت ۔ غلبہ ۔

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔ اس کام میں مدد دینی چھوڑ دی ۔ خواہ ہٹے نہ ہٹے ۔ انسان تھا ۔ وہ شیطان تو خدا کے حکم سے بھی باز نہ آیا ۔

رکوع ۳

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ ۔ یعنی ان کی ہلاکت اسلئے ہے ۔ کہ وہ مومنوں کو دُکھ دیتے تھے پس اگر ان کو ہلاک نہ کرے ۔ تو خدا کی طرف سے ایک ظلم ہو ۔ مومنوں پر

لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً ۔ یعنی نعمت چھینتا نہیں جب تک حالت تبدیل نہ کرلے ۔ ورنہ نعمت بطور ابتلا بھی دے دیتا ہے ۔

فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۔ انصاف و عدل مدنظر رکھتے ہوئے قبل از جنگ بتا دو ۔ کہ ہم تمہارا عہد واپس کرتے ہیں

رکوع ۴

مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ۔ دشمن کی سرحدوں پر تیاری رکھیں سواروں کے قلعے ۔

رکوع ۵

حَسْبُكَ اللّٰهُ ۔ اللہ تیرے لئے اور مومنوں کیلئے کافی ہے ۔ (۲) اللہ تیرے لئے کافی ہے ۔ اور کافی ہے مومنوں کے لئے ۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ ۔ دو تعدادیں اسلئے بیان کیں ۔ کہ ایک عدد خاص پر حصر نہ سمجھ لیں ۔ دوئم ۔ جسقدر تعداد بڑھتی ہے ۔ قوت موازنہ میں فرق ہوتا جاتا ہے ۔ خدا تعالی فرماتا ہے ۔ کہ بڑی تعداد کے مقابل میں بھی یہ نسبت قائم رہیگی ۔ کم نہ ہو جائیگی ۔

يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۔ جنگ کے بعد قیدی بنانا جائز ہیں ۔ یونہی دشمن کے آدمی پکڑ کر قیدی بنانے جائز نہیں

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۔ یعنی اگر بغیر خونریزی کے قیدی بنالو ۔ تو یہ دنیا کے مال و سامان کی خواہش ہوگی

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ۔ یعنی اگر اجازت مال غنیمت لے لینے کی نہ ہوتی ۔ (جو دی جا چکی ہے) تو فِيْمَا اَخَذْتُمْ کے متعلق عذاب ہوتا ۔ کیونکہ پہلے تورات میں جائز نہ تھا ۔ استثنا باب ۲۰ آیت ۱۰

رکوع ۶

جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۔ صرف چندہ دینا کافی نہیں ۔ بلکہ تبلیغ سلسلہ بھی فرض ہے ۔

وَلَمْ يُهَاجِرُوْا ۔ غیر احمدی نہیں جو حضرت اقدس کو مانتے ۔ مگر غیر احمدیوں سے نکل کر کھلے کھلے احمدی نہیں بنجاتے ۔ ان سے بھی تولّی جائز نہیں ۔

اِلَّا تَفْعَلُوْا ۔ پچھلے احکام کی تعمیل نہ کرو گے ۔

۱۹ جولائی ۱۹۱۷ء

سورہ توبہ

رکوع ۱

سوال ہوتا ہے۔ کہ بسم اللہ اس کے ابتدا میں کیوں نہیں اسکے جواب بہت سے دئے گئے۔ از انجملہ یہ کہ اس میں کفار سے بریت کا اظہار ہے۔ اس کے مناسب حال رحمٰن و رحیم یعنے رحم کا لفظ نہیں۔ مگر اس پر اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ ہی تبت یدا ابی لھب اور ویل لکل ھمزۃ۔ کیونکہ مناسب ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ یہ سورۃ پہلی سورۃ کا بقیہ ہے۔ مگر بوجہ اہمیت الگ کر کے بیان کیا گیا۔ جیسا کہ ہر زمانہ میں اور اب بھی دستور ہے یہ نری قیاسی بات نہیں۔ بلکہ ایک عظیم المرتبت صحابی کا قول ہے۔

میرے نزدیک اس حصہ کو ممتاز کر کے الگ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ انفال میں عظیم الشان فتوحات کی پیشگوئی تھی۔ جو سورہ براۃ میں آکر پوری ہوئی۔ اس لئے دونوں کو ملا دیا گیا۔ اور بتایا گیا۔ کہ جو وعدہ و عید کیا گیا تھا۔ لو اب پورا ہوتا ہے۔ اب کفار کی طرف سے کوئی مطالبہ اور اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ براۃ سے یہی مراد ہے۔ کہ ہر قسم کے مطالبۂ کفار سے ہم پاک ہوگئے۔ یہ مذہبی برأت ہے۔ سب کافروں سے۔ اور سیاسی برأت کا ذکر آگے آتا ہے۔ ان اللہ بریٓءٌ من المشرکین۔

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ چار ماہ یعنی تمام عرب کا دورہ کر کے دیکھ لو۔ کہ ہماری حکومت قائم ہوگئی ہے یا نہیں جو وعدے فتوحات کے کئے تھے۔ پورے ہوئے یا نہیں۔ ۴ ماہ میں تمام عرب کا دورہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے فرمایا۔ کہ پھر پھرا کر علم حاصل کر لو۔ کہ تم دین اسلام کو عاجز نہیں کر سکتے۔

يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ۔ کیونکہ اسلامی حکومت قومیت کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ اور اس کا اعلان ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ۔ سیاسی بیزاری و بری کے اعلان سے معاہدین مستثنا کر دیئے۔ پہلی بیزاری میں سب شامل تھے۔

الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ۔ وہی چار مہینے جن میں پھر پھرا کر دیکھنے کی اجازت دی گئی۔ اسلام لے آئیں۔ تو خیر ورنہ نکل جائیں۔ یا قتل کئے جائیں۔ کیونکہ اتنے بڑے نشانوں کے بعد دشمن بنکر مرکز میں رہنا سیاسی رنگ میں شر تھا۔ ان کے دین پر جبر نہیں کیا گیا۔ کہ ضرور مانیں۔ صرف اس علاقہ میں نہ رہیں۔ جو بمنزلہ

چھاؤنی کے ہے۔ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ میں اس خاص زمین حجاز کی قید ہے۔ باہر رہ سکتے تھے اپنے مذہب کے پیرو ہو کر بھی۔

اسْتَجَارَكَ۔ یعنی چار ماہ کے بعد اگر فرداً فرداً کوئی پناہ طلب کرے۔ تو دے دو۔ یعنی پاسپورٹ لیکر آسکتے ہیں۔ اسلام کے متعلق جو تحقیقات کرنا چاہیں اس کے بعد پھر انہیں بحفاظت پہونچایا جائے ۔

رکوع ۸

اِلًّا۔ عہد قسم۔ ہمسائگت۔ قرابت۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ یہ بھی مشرکین ہی کا ذکر ہے کہ اللہ کے بڑے بڑے نشان دیکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی دنیا کی طرف پڑے ہوئے ہیں۔

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ۔ نہیں نگہداشت کرتے کسی امن دینے والے اعتبار کرنے والے کے متعلق۔ پہلے خاص مسلمانوں کا ذکر کیا تھا۔ اب اس آیت میں بتایا۔ کہ یہ ہر معاہدے ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ یہ کرتے ہی توڑنے کے لئے ہیں۔

لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ۔ قسم۔ برکات نہیں۔ کوئی طاقت نہیں۔ بھاگ جائینگے۔

رکوع ۹

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ۔ مکہ کے غیر احمدیوں کی اب یہی حالت ہوگئی ہے۔ اور اتنی حیثیت ہے۔

(ب) ان آیات میں ان عذرات کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جو مشرکین کے متعلق بعض کی طرف سے کئے گئے اور صاف فرما دیا۔ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اور اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ الآیۃ

رکوع ۱۰

اَنَجْعَلُكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔ منکرانہ قول کفار کا ہے۔ جو انہوں نے ساتھ ملکر کہا تھا۔ کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ آملے ہیں۔ اب کوئی فکر نہیں۔ لیکن خدا نے بتا دیا کہ تم کچھ بھی نہیں۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ بظاہر الفاظ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام عیسائیوں سے جنگ کا حکم دیا ہے۔ مگر ایسا سمجھنا صحیح نہیں۔ کیونکہ دوسرے مقام پر ایک اصل کے طور پر بتا دیا۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ یہاں صرف یہ بتایا۔ کہ تمہارے موجودہ مخالف تمہارے مذہب کو ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں یہ جنگ کسی سیاسی وجہ کی بنا پر نہیں۔ پس تمہارا مذہب خطرہ میں ہے۔ اس لئے زور سے حملہ کرو۔ صحابہ کرام کو خطاب ہے

رکوع ۱۱

يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ تیرہویں صدی ہجری کے ابتدا میں یہ تحقیقات یورپ میں شروع ہوئی

ہے۔ کہ آیا عقیدہ ابنیت و الوہیت مسیح و تثلیث بُت پرستوں کی نقل ہیں۔ خداتعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا۔

اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ۔ ایک سال میں کر دینا۔ کہ اب کے سال محرم نہیں۔ ۱۱ ماہ۔ دوسرے سال ۱۳ ماہ کر دینے مفسرین نے کئی صورتیں بیان کی ہیں۔ مگر مذکورہ بالا قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔

رکوع ۱۲

ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ دو میں سے دوسرا کیا ہوا۔ وہ دوسرا ہی ہونا تھا۔ یہ تو عربی زبان کا محاورہ ہے۔ اس کے معنے ہیں۔ دو میں سے ایک۔ اور یہاں یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ اب تو اس کے ساتھ ایک جماعت ہے۔ اس وقت بھی اللہ نے مدد کی۔ جب صرف دو آدمی تھے۔

لَا تَحۡزَنۡ۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ دیکھو ابوبکرؓ کی بزدلی سے جان نکل رہی تھی۔ حالانکہ ان کا یہ فقرہ اُقتل انا فانا رجل واحد واذا مت فھلکت الامۃ والدین گواہ ہے۔ کہ وہ تو دین کا غم کہا رہے تھے۔ پھر معنا بھی بتا رہا ہے۔ کہ جو بھی حالت تھی۔ اس میں دونو شریک تھے۔

کَلِمَۃَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا۔ کافروں کی تدبیریں۔

خِفَافًا وَّ ثِقَالًا۔ (۱) پیادہ ہو یا سوار (۲) سوار و پیادہ (۳) جماعت جماعت فرداً فرداً۔ (۴) فقیر و غنی (۵) جوان و بوڑھا۔ (۶) دبلا پتلا موٹا بھاری۔ (۷) دل چاہتا ہے یا نہیں چاہتا۔ (۸) بغیر ہتھیار یا مسلح۔

عَرَضًا قَرِیۡبًا۔ دنیا کا مال۔ قریب الحصول معلوم ہوا۔ اسلامی جنگیں مال کیلئے نہیں ہوتی تھیں۔ جبھی تو صاف کہہ دیا۔

رکوع ۱۳

عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ یہ پیار کا کلام ہے۔ جھاڑ نہیں۔ جس کا مفسرین کو شوق ہوتا ہے۔ فرمایا۔ تم نے اذن دیا۔ اور اپنے رستے میں مشکلیں پیدا کر لی ہیں۔ بچہ تکلیف میں ہو۔ تو ماں باپ اس طرح کے کلمات پیار کے بولتے ہیں۔ خدا نے اذن دینے سے منع نہیں کیا تھا۔ بلکہ اذن دیا تھا اس کے مطابق رسول کریمؐ نے اجازت دی۔ اس سے مشکلات بڑھیں۔ تو فرمایا۔ خدا تیرے لئے سہولتیں پیدا کر دے۔

لَاَوۡضَعُوۡا خِلٰلَکُمۡ یَبۡغُوۡنَکُمُ الۡفِتۡنَۃَ ۚ وَفِیۡکُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَہُمۡ۔ بعینہٖ یہی حالت آجکل پیغامیوں کی ہے۔ یہ جماعت احمدیہ میں مخبوط الحواسوں کی طرح فتنہ ڈالنے کیلئے دوڑتے پھرتے ہیں۔ رپورٹر بھی مرکز میں رکھتے ہیں۔

اِنۡ تُصِبۡکَ حَسَنَۃٌ۔ پیغامیوں کو جب خبر

پہنچتی ہے۔ کہ کسی دوسرے علاقہ میں احمدی جماعت قائم ہوئی ہے۔ تو غش آجاتا ہے۔ اور جب کوئی مقدمہ ہو۔ تو کہتے تھے ہیں۔ دیکھو ہم نہ کہتے تھے کافر کہنے کا نتیجہ برا ہوگا۔ دیکھو۔ کیسے پھنسے۔

قُلۡ لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا۔ آخر ہمارا انجام وہی ہوگا۔ جو خدا نے مقرر کیا ہے۔ یعنی فتح ہوگی اور فتح مومنوں کے لئے وہ لکھ چکا ہے۔ یہاں جبر کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں۔ کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے۔ اس نے جو کچھ ہمارے لئے لکھا ہے۔ (فتح) وہی ہمیں پہنچیگا۔

اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ۔ منافق ایک بات کا انتظار کرتے ہیں۔ خدا نے حسنیین کا لفظ لاکر بتا دیا ہے۔ کہ جو بھی ہو۔ وہ بہرحال مسلمانوں کیلئے حسن ہے۔ فتحمند ہو۔ دنیا میں یا کفار سے شہید ہو کر جنت پائیں۔

مَا مَنَعَہُمۡ۔ نہیں محروم کیا ان کو۔ اَنۡ تُقۡبَلَ سے مراد روحانی قبولیت ہے۔ ورنہ رسول اللہ تو لے لیتے تھے۔ (۲) کس بات نے محروم کیا ہے۔ ان کے تعلقات کے قبول ہونے کو صرف کفر نے۔ یعنے یہ منافق دیتے ہی نہیں۔ قبول کیا ہو۔

فَلَا تُعۡجِبۡکَ۔ تم کو تعجب میں نہ ڈالے۔ یہی معنے ہیں۔ لالچ میں ڈالے۔ بعض مفسرین نے معنے کر کے بے ادبی کی ہے۔ افسوس مفسرین پر۔

رکوع ۱۴

اُذُنُ خَیۡرٍ لَّکُمۡ۔ بے شک سنتا ہے۔ مگر تمہاری بہتری کی باتیں وہ کیا؟۔ اللہ کی سنتا ہے اور مانتا ہے۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اَحَقُّ اَنۡ یُّرۡضُوۡہُ۔ خواجہ کی کسی لکچر کی تعریف کر دی۔ تو خوش ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ یہ تو احمدی ہے۔ فرمایا۔ مومنین کا یہ طریق نہیں۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں کچھ نیکی تھی تو بہتر تھا۔ کہ خدا اور اس کے مسیح کو خوش کرتے اس کی تعریف کرتے۔

سُوۡرَۃٌ تُنَبِّئُہُمۡ۔ یہ استہزاءً کہتے تھے۔ کہ دیکھنا بھائی کہ کوئی الہام نہ ہو جائے۔ جیسا کہ آجکل کہتے ہیں پیغامی بھی کہتے ہیں۔ ہم پہ کوئی الہام نہ چسپاں کر دیا جائے۔

لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ۔ ایک دفعہ انجمن پیغام والوں سے میرا کچھ اختلاف ہوا۔ اس میں میں نے یہ بھی کہا۔ کہ تم حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ کچھ سیکھا کرو۔ خواجہ نے کہا وہ دن گئے۔ جب ہم سیکھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔

مینے سب کچھ حضرت مولوی صاحب کو پہنچا دیا جب حضرت خلیفہ اول نے پوچھا۔ تو کہنے لگے میاں صاحب یونہی ناراض ہو گئے۔ کتنا منخوص مذہب۔

۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء

رکوع ۱۵

نَسُوا اللّٰهَ۔ انہوں نے اللہ کو ترک دیا۔ تو خدا نے انہیں چھوڑ دیا۔ (۲) جو جرم ہو۔ عربی میں اس کی سزا کے لئے وہی لفظ بولا جاتا ہے۔

لَعَنَهُمُ۔ عذاب ہی نہیں۔ خدا کی ناراضی سب سے بڑا جہنم ان کے لئے ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔

اس آیت میں ان معترضوں کا جواب بھی ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں عورت کی کوئی پوزیشن نہیں اور اُن میں روح نہیں سمجھی جاتی۔ (۲) کہا جاتا ہے۔ کہ نیک اعمال انعام کی خاطر کرنا ایک ادنیٰ جذبہ اخلاق ہے۔ خدا تعالےٰ نے یہاں فرما دیا۔ کہ جنت ہی اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اللہ کی رضا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اعمال میں مال و دولت و جاہ مقصود نہ ہو۔ بلکہ محض رضائے الٰہی ۔

رکوع ۱۶

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔ یہاں کفار سے مراد منافق ہی ہیں۔ صرف دو شقیں بیان کرنے کے لئے اور یہ جتانے کے لئے کہ منافق بھی کافر ہی ہوتے ہیں۔ دونوں صفات بیان کیں سختی کا حکم ایک خاص شریر گروہ کے مقابل میں ہے۔ جو سیاسی طور سے بھی سزا کے مستحق ہو چکے تھے (ب) جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام بہ جبر پھیلایا گیا۔ وہ غور کریں۔ کہ یہ اس فریق کے بارے میں حکم ہے۔ جو زبان سے دعویٰ اسلام کرتا ہے۔

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ خلیفہ اول اس آیت کو شیعہ کے مقابلہ میں پیش کرتے تھے۔ اگر ابوبکرؓ و عمرؓ نے خلافت کی خواہش کی۔ تو اُسے پا لیا۔ پس وہ منافق نہیں رہ سکتے۔

(ب) اگر میں خلافت کی خواہش رکھتا تھا۔ جیسا کہ وہ خلافت کے مٹانے کے درپے تھے۔ تو اب نتیجہ بتاتا ہے۔ کہ میں منافق نہیں۔ البتہ وہ ہیں۔ جو ھمّوا بما لم ینالوا ہوئے۔ اور خلافت مٹا نہ سکے۔

مولوی سرور شاہ صاحب قسمیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مینے ان سے بارہا کہا۔ کہ جماعت کو فتنہ اور اختلاف سے بچانے کیلئے یہ کرنا چاہیے۔ کہ (بنی

پیغام والوں سے) کسی کی بیعت کر لی جائے۔ مگر مولوی سرور شاہ صاحب کہتے تھے۔ کہ عقائد میں ان کا اختلاف ہے۔ تو ہم کس طرح بیعت کرینگے۔ تو مینے کہا۔ چاہے ہو۔ مگر جماعت میں تفرقہ تو نہ ہوگا۔ اس کا انتظام ان میں سے کسی ایک کے ماتحت رہے گا۔ مولوی محمد علی صاحب سے بھی مینے یہی کہا مجھے تو جب لوگوں نے پکڑ کر بیعت لینے پر مجبور کیا۔ تو مجھے تو بیعت کے لفظ نہیں آتے تھے۔ مولوی سرور شاہ صاحب بتاتے گئے۔ اور میں کہتا گیا۔

سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ یہ عرب میں محاورہ ہے جیسے ہمارے ملک میں سو بار کا محاورہ ہے۔ مطلب یہ کتنی دفعہ کرو۔ (ب) یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نبیوں کی سب دعائیں قبول نہیں ہوتیں ۔

رکوع ۱۷

خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے۔ کیونکہ مومن کی تو جان پگھل جاتی ہے۔ اس غم سے کہ خدا کا رسول گیا۔ اور ہم نہیں گئے۔ (۲) رسول اللہ کے بعد۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا۔ امر کی صورت میں خبر کو بیان کیا ہے۔ یہ بتانے کے لئے ضرور ایسا ہی ہوگا منافقین آئندہ تھوڑا ہنسینگے۔ اور روئینگے بہت

یعنی منافقوں پر غضب آیا چاہتا ہے۔

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ۔ خالفین کے معنے احمق بھی ہوتے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ۔ حیرت میں ڈالدے تجھ کو۔

اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ۔ انہی مخالفوں کی اولاد بڑی مخلص مسلمان ہوئی۔ ان کے کمائے ہوئے مال اسلام کے کام آئے۔ اور ان کو تکلیف ہوئی۔ اور مرتے ہوئے یہ بھی خیال ہو۔ کہ ہماری اولاد تو ہمارا جنازہ بھی نہ پڑھے گی۔

الْخَوَالِفِ۔ خالفہ کی جمع وہ رجل جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔

الْمُعَذِّرُوْنَ۔ جس کا کوئی درحقیقت عذر نہ ہو۔ (۲) معتذرون۔ جن کا عذر حقیقی ہو۔ دونو کیلئے معذر آ سکتا ہے۔

حَرَجٌ۔ گناہ۔ سختی۔ (ب) نَصَحُوْا۔ اخلاص کریں ۔

کاتب خاکسار دوست محمد خان احمدی حنا شاگرد ماسٹر مدرسۃ المسلمین امرتسر

قابل توجہ

اس کتاب کی یہ تقطیع اس لئے بھی اختیار کی گئی ہے۔ کہ ایسی تقطیع پر حمائل شریف مترجم عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کے حوالجات اور حوالجات قرآنی بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کرکے ہر آیت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ ترجمہ تحت اللفظ اور با محاورہ جو مبتدی اور منتہی دونوں کے لئے یکساں مفید ہوگا۔ انشاء اللہ۔

قیمت للعہ/